محبوبية المحمودية



مصنف: حضرت خلیفہ محمود فقیر قدس اللہ سرہ العزیز

از مترجم اردو: فقیر شوکت علی محمودی قادری

باہتمام: سائین قبلہ حاجی محمد قاسم قدس سرہ

شائع کندہ:

محمودیہ اکیڈمی (کریو شریف)

کریو گنور شریف تعلقہ گولارچی، ضلع بدین سندھ

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	عرض مترجم	1
۲	مقدمہ	2
۳	منقبت درشانِ مرشدی	4
۴	شغل اول لا الٰہ الا اللہ	9
۵	قادری طریقے کے ذکر کی ترتیب	12
۶	(۱) لا الٰہ	15
۷	(۲) الا اللہ	15
۸	(۳) اللہ	16
۹	(۴) ھو	16
۱۰	شغل دوم یا اللہ یاھو	19
۱۱	شغل سوم پاسِ انفاس علی الدوام اللہ ھو	19
۱۲	شغل چہارم لطائفہ ستہ	21
۱۳	شغل پنجم سلطان الاذکار "اللہ"	26
۱۴	شغل ششم نفی واثبات لا الٰہ الا اللہ	27
۱۵	حضور اول فناء فی الافعال	30
۱۶	حضور دوم فناء فی الصفات	31
۱۷	حضور سوم وھو معکم این ما کنتم	33
۱۸	حضور چہارم الم یعلم بان اللہ یریٰ	35
۱۹	حضور پنجم فاینما تولوا فثم وجہ اللہ	37
۲۰	حضور ششم ہرچہ ہست ہمہ اوست	38

ازمترجم اردو

الحمدللّٰہ الوھاب الرزّاق الکریم الحنّان المنّان الّذی ھورب العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ حبیبہ المصطفیٰ وخیر خلقہ محمّد سید الانبیاء وعلیٰ الہ المطھرین واصحٰبہ المتبعین اجمعین امابعد

فقیرحقیر خادم العلم والعلماء شوکت علی راہموں محمودی قادری عفی عنہ کہتا ہے کہ اس کتاب کا اصل مسودہ نہ ملنے کی صورت میں مترجم سندھی کا اردو ترجمہ معرض وجود میں لایا گیا اس لئے کافی دقت محسوس ہوئی کیونکہ سندھی مترجم نے اپنے لحاظ سے ترجمہ کیا ہے اور ہم نے پھر سندھی ترجمہ کا اتباع کیا ہے بعدازاں مرشد حقانی فیض ربانی سید الزاہدین حضرت مرشد خلیفہ محمود علیہ الرحمہ کی فیضان نظر سے یہ دقائق و پیچیدگیاں حل ہوتی گئیں، جو کہ تصدق تھا میرے مرشد و مربی ھادی مھدی سیدی وسندی الحاج حافظ غلام محمد محمودی قادری دام فیضہ وبرکاتہ کا جس نے مجھے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا درس دیا اور غم حسین کی چنگاڑی بھی تا کہ فقیر پر تقصیر کے بچنے کا راستہ نکل آئے ایسے مرشد کامل کی صحبت فیاضی سے بہتیروں نے تو کاسۂ حاجات بھر لئے کافی میرے جیسے بھدی ہونے کی وجہ سے لے تو نہ سکے مگر عطائے بے بہانے انہیں بھی محرومی سے شرمندہ نہ کیا جیسے کہ میری نااہلی لاعلمی بے بضاعتی کم فہمی ناقابلیت کے باوجود مجھ پر کرم فرمایا کہ میں نے محبوبیۃ المحمودیہ (جو کہ تصوف کا بیش بہا خزانہ ہے یوں سمجھیں کہ بحر بیکراں ہے) کا ترجمہ سندھی سے اردو میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا یہ میرا کمال نہیں مرشد کی عطاؤں کا صدقہ ہے انشاءاللہ عزوجل اگر اسی طرح عطائیں ہوتی رہیں اور مجھ کمینے کونوازتی رہیں تو شاید میں صحاح ستہ ودیگر شرعی وروحانی کتب کا سندھی یا اردو میں ترجمہ کروں گا اب قارئین سے گزارش ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے غصہ چھوڑ کر معافی عنایت کرتے ہوئے مجھے اس غلطی سے مطلع فرمائیں تا کہ میں اسے ٹھیک کروں اور یہ سندھی کتاب بھی میرے محسن مہربان اور مرشد خانے کی عظیم شخصیت حضرت قبلہ مرشد الحاج محمد قاسم دامت برکاتہم العالیہ کے صاحبزادے قبلہ سائیں محمد نعیم دامت برکاتہم العالیہ سے عنایت ہوئی تھی جسے میں امروز فردا کرتے ہوئے جلد واپس نہ کر سکا ترجمہ مکمل نہ ہونے کی وجہ گوناگوں تدریسی مصروفیات کی وجہ سے وقت کم ملتا تھا بہرحال یہ سب انکا کرم ہے ورنہ مجھ میں کوئی سلیقہ نہیں۔

ازمترجم اردو فقیر شوکت علی محمودی قادری

باہتمام: حضرت سائیں حاجی محمد قاسم قدس سرہ

مقدمہ

از حضرت شمس العارفین غوث زمان محبوب الرحمٰن مرشدیم حضرت خلیفہ محمود علیہ رحمتہ الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّر

اسی پاک پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کی سارا وثنا حمد توصیف کرتے ہیں جس کے اول کی کوئی ابتدا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے آخر ہونے کی انتہا ہے اس نے اپنے نور سے، ہمارے نبی پاک شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو ظاہر کر کے دنیا کو پیدا کیا اور اسی نے اپنے پہچاننے اور اپنے تک پہنچنے کیلئے وسیلہ بنایا اور اپنی ذات پاک سب سے بے نیاز ہے آنحضرت ﷺ پر ہر دم صلوٰۃ شریف پڑھیں جسے اللہ تعالیٰ جہانوں کے لئے رحمت، عارفوں اور عاشقوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک، گمراہوں کے لئے ھادی اور گنہگاروں کے لئے شافع محشر کر کے بھیجا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حضور ﷺ پر اور اس کے آل واصحاب پر اولے والی بارش کی طرح ہمیشہ برستی رہیں۔

اما بعد! یہ فقیر حقیر محمود (علیہ الرحمہ) ملک الودود کی رحمت کا امیدوار بیان کرتا ہے کہ سب فیض والے صاحبوں اور اہل علم داناؤں، غیوبیت کے سمندر کے غواصوں ''ھویت'' (ھو) والے بے پایاں بحر کی موجوں میں تیرنے والوں نے ''الوہیت'' کے خزانوں اور دفینوں کے واقف کاروں ''وحدانیت'' کے چمکنے والے جواہروں اور صرافوں نے ''احدیت'' کے نکتہ کے رازوں اور رمزوں کو جاننے والوں نے اور ''صمدیت'' کی حقیقتوں اور دقائق کے محققوں نے اور ''فدائیت'' کے جنگلوں میں تن تنہا چلنے والوں نے اور میدان عشق ومحبت کے جانبازوں کے دلوں سے مخفی اور چھپا نہ رہے کہ حضرت سلطان الاولیاء برھان الاصفیاء عارفوں کے امام دین وملت کے روشن چراغ کافروں اور بد کاروں کی جڑیں توڑنے والے حق تعالیٰ کی صفات سے آراستہ ذات مطلق تک رسانندہ مربی مکمل ھادی، اکمل اصحاب الوجود کا مرغوب اور ارباب الشھود کا مطلوب اور رب معبود کا محبوب سیدنا وسندنا سید پیر علی گوھر علیہ الرحمہ من اللہ الا کبر اللہ تعالیٰ ان کی زندگی اور ارشاد کو طالبوں اور رشد وہدایت حاصل کرنے والوں پر ہمیشہ قائم رکھے۔

سید پیر علی گوھر قدس سرہ کی شان میں منقبت

(۱) آن گوہر یک دانہ گنجینۂ اسرار
وآن درّ یتیم از صدف قلزم انوار

(۲) آن مبدع آیات وجود قدم حق
آن مظہر ایجاد زجود حق مطلق

(۳) آن شاہ جہاں صدر نشین مسند اقبال
آن مفخر اکرام زمان مایۂ اجلال

(۴) مہتاب منور ز سرواج ولایت
خورشید درخشان فلک رشد و ھدایت

(۵) محبوب خدا مظہر الطاف الاھی
مطلوب جھان طالب او ماہ بہ ماہی

(۶) بر مُلک و مَلک حکم روائیش مُسلط
بل جملہ شد از علت نمائیش مربط

(۷) یارب ! بہ بقائیش گلستان جھان را
یارب! بہ لقائیش شبستان زمان را

(۸) میدار معطر بر یا حین عنایت
میدار منور بمصابح ہدایت

(۹) تاباد جھاں باد چو خورشید بر اصحاب
تابندہ بہ ارشاد ھدیٰ بر سر احباب

(۱۰) من لب بدعا کردم مفتوح بہ آمین
باداھمہ افتاع خواعین و عوامین

(۱) آپ اسراروں کے خزانوں کے یکتا گوہر ہیں اور آپ نور کے سمندر کی سپی کے بے بہا موتی ہیں

(۲) آپ ذات حق کی نشانیوں کے متعلق عجیب وغریب بیان فرماتے ہیں، آپ وجود سخاوت سے اللہ تعالیٰ کی سخا کے مظہر ہیں

(۳) آپ جہاں کے بادشاہ اقبال کی مسند کے گادی نشین ہیں، آپ زمانے کی بڑائی کے سرمائے کے فخر ہیں

(۴) آپ ولایت کے عروج وبلندی کے روشن چاند ہیں، آپ رشد وہدایت کے آسمان کے چمکتے سورج ہیں

(۵) آپ خدا کے محبوب اور اسکی مہربانیوں کے مظہر ہیں، جہان کے محبوب ہیں اور مچھلی سے لیکر چاند تک آپکے طالب ہیں

(۶) آپکا حکم ملک خواہ بادشاہوں پر جاری ہے، بلکہ سارے آپکی علت نمائی سے آپس میں ایک ہیں

(۷) یارب! انکا باغ جہاں کو بقا سے یارب! زمانے کی راتیں انکے لقاء یا دیدار سے روشن فرماء

(۸) انکی مجلس کو اپنی عنایات سے ہمیشہ معطر رکھیں، انکی ہدایت وفیض والی بتیاں ہمیشہ روشن رکھیں۔

(۹) جبتک دنیا باقی ہے تب تک اپنے دوستوں پر سورج کی طرح روشن ہوں، رشد وہدایت سے اپنے دوستوں پر چمکتے رہیں

(۱۰) میں دعا کر کے اپنے لبوں کو ''آمین'' سے کھولتا ہوں دوسرے خواص وعوام ایسی طرح کھولیں

یہ حضرت (پیر علی گوہر علیہ الرحمہ) حضرت ذات الذوات قدسی صفات عالی برکات واسع العطیات منبع الفیوضات امیر المؤمنین امام العارفین قدوۃ المحققین سالکین کے پیشوا گمراہوں کے حادی مریدین کیلئے رحمت دین وملت کو زندہ رکھنے والے شرک وبدعت کی نشانیوں کو جڑوں سے اکھاڑنے والے مجمع الکمالات سید السادات شیخ المشائخ حضرت سیدنا ومشدنا سید محمد راشد المرشد الارشد قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس ورضی اللہ وسبحانہ وتعالیٰ عنہ کے پوتے ہوتے ہیں اور یہ اس فقیر کے مرشد ہیں اور ان (حضرت پیر علی گوہر علیہ الرحمہ) کے دادے ہوتے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حیات مبارکہ کو ہمارے لئے دائم وقائم رکھے اور نیز ہمیں آپ کے فیض وارشاد سے نفع بخشے

منقبت در شان حضرت مرشد معظم پیر سائیں سید محمد راشد روھنی دھنی رضی اللہ عنہ

آن مہدیٔ ہر گمراہ از راہ بہ رفتہ
آن منکشف مبطن اسرار نہفتہ

آن مظہر از تتق غیبت انوار
آن مطلع انوار وجود حق دادار

آن جامع ہر جزء و کل از موجد ایجاد
آن احد بمعنی بصور مرجع اعداد

درصورت الفیت آلاف نماست
صانع ز تصانیعٔ اصناف نماست

اوجوہر ذات آمد و قائم کن اعراض
او نافع خلق آمد او فائق و فیاض

ارشاد ھدی راشد او مخزن جامع
انوار خدا راشد او شارق ولامع

ارواح صوررا ھمہ او صورت جان شد
در جمع جواہر دلھا معدن کان شد

مرشد بحقیقت ھمہ اسمش وھمہ رسمش
صورت ھمہ معنی ھمہ جسمش ھمہ جرمش

بر حق چہ بگویم زچہ وچون کہ بودہ
چو نم ھمہ بیچون شدہ درچون نمودہ

بیچون بہ سخن جز مثل چون چودرآید
ایں بہ کہ کلام از چہ و چونم بدر آید

ای صانع بیچون بہ ھمہ صنعت ظاہر
مطلق زچہ و چوں بھمہ قدرت باہر

ای بودہ نابودہ در علم عوالم
ای از ھمہ نقصان و زیان ماندہ سالم

ای شاہد جود تو ز ایجاد مغنی
اسرار وجودت خفی از علم لدنی

ای کائن باذات بری از ھمہ آیات
آیات تو دلالت اثباتی آن ذات

باذات بذات تو ھمہ ذات صفات اند
احیاء وچہ اجماد وچہ کان وچہ نبات اند

بے ذات شدم در سرکہ آن ذات چہ ذات ست
گر جملہ حیات است در محو و ممات است

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ چو خواندم بکتابت
احیاء قوام شدہ مطبوخ کبابت

از نوم و سنتہ سنت تو بے سن و نوم ست
او ان تو بے ان ز علت شب و یوم ست

مطلق ز نشانی و عیان تو چہ باشد
از عین نھانی و کمانی تو چہ باشد

ایں بس بہ نشانی دل من گشت نشان ست
کہ آں تیردر آماج عیاں گشتہ نھان ست

مخفی در صورت ارشاد ھدیٰ بخش
داد از ھمہ باہر و ھمہ ایجاد جدابخش

من بے معنی از مطلب و مقصود ز سر حال
خواہم سر ایجاب و سوال و سر اقبال

مقبول کن آنچہ از من و ما باتو بگفتم
جرئت بخطا کردم و در عفو تو جفتم

ترجمہ

(۱) آپ ہرراہ سے بھٹکے ہوئے گمراہوں کیلئے ہادی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ باطنی رازوں اوراسراروں کوکھل کے ظاہر کرنے والے ہیں۔

(۲) آپ غیب کے پردوں سے نورظاہر فرمانے والے ہیں۔ آپ اللہ کے وجوداورہستی سے آگاہ کرنے والے ہیں

(۳) آپ خلق کے موجودات میں جزوکل کے جامع ہیں۔ آپ معنی میں یکتا ہیں اور ظاہر میں کثرت معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) آپ ''الف'' ہونے کی صورت میں ہزاروں جلووں کے مخزن ہیں آپ طرح طرح کی صنعتوں میں خود مانع ظاہر ہیں

(۵) آپ ذات میں جوہر ہیں اوراعراض (۱) کوقائم کرنے والے ہیں آپ خلق کیلئے نافع اور فیاض ہیں۔

(۶) آپ (باطنی) خزانے کوجمع کرنے والے اور ہدایت کی راہ بتانے والے ہیں آپ سیدھی راہ کے حاصل کرنے والے خدا کے چمکنے والے نور ہیں۔

(۷) آپ کی صورت بھی ارواح کی صورتوں کیلئے جان ہیں۔ دلوں کے جواہروں میں (کان سے) نکلے ہوئے جواہر ہیں۔

(۸) آپ کے سارے نام اور رسمیں حقیقت میں مرشد ہیں۔ آپ کی صورت اورآپ کا جسم مبارک سب معنی کی صورت میں ہے۔

(۹) برحق میں کیا کہوں کہ آپ کیا تھے اور آپ کی مثال کونسی تھی آپ سراسر بے مثال تھے اس کے لئے کیا مثال بیان کیجائے

(۱۰) گفتار میں بے مثال کیلئے کونسی مثال دیجائے۔ بہتر یہی ہے کہ کچھ کہنے سے خاموشی اختیار کیجائے۔

(۱۱) اے بے مثال صانع سب صنعتوں میں ظاہر ہے۔ مطلق مثال اور دلیل کی سب قوت پر غالب ہے۔

(۱۲) ہر وہ وجود ہستی یا نیستی معدوم جس سے دنیا واقف ہے سب نقصانوں اور زیان سلامت ہے

(۱۳) تیرے فیض اور ہدایت کی سخاوت کا اللہ تعالیٰ شاہد ہے تیرے وجود کے اسرار علم لدنی سے بھی مخفی ہیں

(۱۴) اے اپنی ذات میں ہمیشہ موجود سب علامتوں سے پاک اسی ذات پاک کی ثبوتی پر تیری نشانیاں دلالت کرتی ہیں

(۱۵) ذات حق ہونے سے باقی سب ذاتیں تیری ذات کی صفتیں ہیں خواہ یہ حیوان یا جماد یا معدنیات یا نباتات کیوں نہ ہوں

(۱۶) اسی خیال میں حیران ہوں کہ یہ کیسی ذات ہے اسی میں سب زندہ ومردہ محو ہیں۔

(۱۷) جب تیری کتاب میں "الحی القیوم" پڑھا تب میری کباب کی طرح پکی ہوئی زندگی میں قوت پیدا ہوئی

(۱۸) تیری یہ روش ہے کہ تجھے نہ کوئی نیند آتی ہے نہ خمار تیری یہ صفت رات اور دن میں بے سبب ہے

(۱۹) شانیوں سے آزاد اور تیرا ظہور کیا ہے، ظاہری آنکھ چھپا ہوا اور تیری کمان کونسی ہے

(۲۰) یہ ہی نشانی کافی ہے کہ میرا دل نشانہ بنا کیونکہ ظاہری آماج یہ تیر پوشیدہ ہے

(۲۱) ظاہر میں مخفی ہو کہ ارشاد اور ہدایت کرنے والے ہیں سارے موجودات پر غالب ہو کر انہیں نفع بخشنے والے ہیں۔

(۲۲) میں طلب اور مقصد کی ہستی سے جدا ہو کر حال کے راز سے ایجاب کے راز کا طالب ہوں اور قبولیت کے راز کا سوالی ہوں۔

(۲۳) میں نے جو کچھ اپنے اور ہم سب کیلئے عرض کیا ہے وہ قبول فرما میں خطا کی جرات کی ہے اور تیری پناہ میں آیا ہوں

جناب حضرت (پیر علی گوہر علیہ الرحمۃ) کی ذات شریفین خلق کیلئے نافع اور جہاں والوں کیلئے رحمت ہے۔ آپ کی مرضی ہوئی کہ دنیا والوں کے فائدے کیلئے (حضرت مرشد پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ) کے سلوک کے طریقے کے شغل جو مجمل ہیں؛ جن کی توضیح اور تشریح کی ہوئی نہیں ہے۔ اور شروع سے اس احقر (حضرت خلیفہ محمود قدس سرہ) کے ذھن میں ہیں، ان کو قلم تفصیل سے بیان کرے، اس لئے کہ پوشیدہ کلام کو کھلم کھلا بیان کرنے سے کامل ذوق اور نفع پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کے طالبوں کیلئے سرمایہ ثابت ہوگا۔ اگر چہ اس حقیر نے اپنے علم کی کمی اور فہم کی کوتاہی کی وجہ سے عاجزی ظاہر کی کیونکہ کتاب گلستان (سعدی) کی دو تین حکایات کے علاوہ زیادہ فارسی و عربی پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ بالآخر اسی صدر نشین مسند ارشاد ہدایت کی رضامندی کی خاطر آپکے واجب الاطاعت حکم سے انکار نہیں کر سکا پس بحکم **لیس للانسان الا ما سعیٰ** (انسان کو فقط کوشش کرنی چاہئے) کے امر موجب اس اعلیٰ حکم کی اطاعت کیلئے اپنی کمزور قوت سے کوشش کی اور جیسا کہ حضرت مرشدنا قدسنا اللہ سرہ الاقدس و رضی اللہ عنہ کی صحت شریف کا شرف حاصل کرنے والوں اور آپکی محفل سے فیض یاب ہونے والوں کو جذب و موہبت کا درجہ حاصل تھا کیونکہ یہ ہمیشہ وحدانیت کے طلوع ہونے والے آفتاب کی شعاعوں کی وجہ سے گمراہی کی تاریکی سے محفوظ تھے اور انکی ہدایت کیلئے آپکا سایہ نور علیٰ نور تھا اسی لئے انہیں کسی بھی شغل و فکر میں مشغول ہونے کی ضرورت باقی نہیں تھی بلکہ حال کی کامرانی اور کمالیت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو سلوک کی ترتیب کے علم سے آگاہ کرتے تھے اور انکو سلوک میں یقین و اطمینان کے درجے تک پہنچاتے تھے جیسے کہ جذب کو سلوک کے احاطے میں لانا اور مطلق کو قید میں قابو کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن تب بھی اشغالات مرقوم کے ناتمام علوم کی شرح سے کچھ عام فہم سلوک کی ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے اپنی معلوم شدہ جذب اور سلوک کے ذخیرے سے اپنے کمزور قلم کی نوک کو تحریر کرنے کیلئے جنبش دی اگر ہر ایک شغل کو اسکی شرح عنوان اثرات اور نشانات سے مکمل بیان کرتا تو رسالہ کتاب میں تبدیل ہو جاتا اور کتاب ایک طویل دفتر بن جاتی اور اشغال کا شوق اور انکے استعمال کا ذوق حاصل ہو سکتا اور ہر ایک شخص محض تحریر پر اکتفا کرتا اور طلب سے رہ جاتا۔ اسی وجہ سے کثرت سے قلت پر اختصار کیا گیا۔ کیونکہ " **القلیل یدل علیٰ الکثیر** " (تھوڑا زیادہ ہونے کی خبر دیتا ہے) اور **العاقل تکفیہ الا شارۃ** (عقلمند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے)۔

یادر ہے کہ ہر ایک شغل کیلئے حالات وکمالات کے اتنے تو اقسام ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ ای طالب صادق! گوش باہوش داما اور اپنے دل کو حاضر کر کے روح سے توجہ کر کہ طالبین کے طریقے کا پیشوا اور سالکوں کے سلوک کا رہبر عشق مولی اور اسکی محبت ہے اور یہ کنت کنزا مخفیا فاحببت (میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا) کے خزانے کی چابی بھی یہی ہے۔

اور ذات وصفات کے اسراروں کی ابتدا وانتہا اور انکے مظاہر بھی یہی ہیں۔ اور اسکے ارادے اور علم کی اصل ایجاد بھی یہی ہے کیونکہ اس ''خلقت الخلق'' کی خوبصورت دلہن کو رنگ برنگے جواہرات وخلعتوں سے سنوار کر ملبوسات سے حسین بنا کر قدرت ومخلوقات کی لحد (جھولے) میں آرائش کی شہرت اور وسیت کی زینت بخش کر اس عالم (۱) کو عیاں کیا۔

اس'' وصول الیٰ الا صول '' کیلئے'' الحبل المتین '' کی مضبوط رسی کو اور تدلیل الیٰ المدلول کیلئے عروۃ الوثقی کے مضبوط دستے کو اپنی قدرت سے قائم کیا اور اسی کی ذات ایک ایسا جوہر ہے جس میں انوار صفاتی کی منشا موجود ہے اور یہ ایسے نور کا شفاف چشمہ ہے جو عارفوں کے ارشاد کی صورت میں روشنی سے ارادتمندوں کے دلوں پر تجلی کی تاب ڈالتا ہے اور مرشدوں کے وعظ وکلام سے سننے والوں کی جانیں حیران وپریشان کر دیتا ہے یہ عشق ہے جو کہ معشوقانہ لباس پہن کر حسن وجمال کی سجاوٹ اور خدوخال کی زینت سے عاشقوں کے دلوں کو درد وسوز میں مبتلا اور گرفتار کرتا ہے اور غم والم کی بے قراری والی آگ سے (دوئی) کے کہ وخار جلا کر عاشقوں کے سدا بہار دلوں کے باغ کو پاک وصاف کر دیتا ہے

بیت

عشق آں شعلہ ست کا ندر جاں افروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ترجمہ: عشق ایک ایسی چنگاری ہے جو جس کی جان میں جلے معشوق کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دے

یہ محبت ہی ہے جو کہ یگانگت اور یکتائی سے مل کر محبوب کی جان کی رگوں کو انس دیگر محبوب سے ملا کر ایک کر دے اور جو غیب الغیب کی رات میں تنہا چلنے والے ہیں انہیں اصل الاصل کی کشش سے'' تجرد'' میں لا کر بھر'' فردانیت'' کشش کر چھوڑے۔

ابیات

۱۔ محبت اعتبار ذات حق است	محبت مظہر آیات حق است
۲۔ محبت خازن گنج شہود است	محبت مبدا اصل الوجود است
۳۔ محبت مونس جان کباب است	محبت پردہ سوزا احتجاب ست

(۱) جس عالم میں ابھی ہم رہ رہے ہیں اس ممکنات اور کون کہا جاتا ہے جو کہ کسی وقت فنا ہوگا (مترجم)

۴۔ محبت مایہ عیش و سرورست   محبت علت نمائے ظہور ست

ترجمہ

۱۔ محبت حق کی ذات کا اعتبار ہے   محبت حق کی نشانیوں کا مظہر ہے
۲۔ محبت شہود کے خزانے کا خزانچی ہے   محبت اصل وجود کا آفرینندہ ہے
۳۔ محبت کباب شدہ جان کی غمخوار ہے   محبت حجاب کے پردے کو پھاڑنے والی ہے
۴۔ محبت عیش و خوشی کا سرمایہ ہے   محبت ظہور کا اصل سبب ہے

اے دوست، صاحب دماغ! عشق کی کونسی حقیقت بیان کروں کہ وہ کیا ہے اور محبت کی اصلیت کیلئے کیا کہوں کہ وہ کتنی خوبصورت ہے

بیت

درد عشق آمد دوائے ہر دلے   حل نشد بے عشق ہرگز مشکلے
ترجمہ : ہر دل کی دوا درد عشق ہے   کوئی بھی مشکل عشق کے بغیر ہرگز حل نہیں ہوتی

قرب ومحبت کی چھری کا کاٹا ہوا اور عشق کی آگ کا جلا ہوا باطن وظاہر کے بھیدوں کا عالم میاں لعھو داکر قدس سرہ الرب القادر اپنی مکتوب میں لکھتا ہے آہ، آہ! اللہ تعالیٰ نے اتنے ہزاروں رسول بھیجے اگر عشق کا ذرہ بھیج دیتا تو سب اپنی حقیقت کو پہچان لیتے اور اس سے واصل ہوجاتے کسی بزرگ نے فرمایا ہے:

بیت

۱۔ گر عشق نہ بودے بخدا کس نہ رسیدے   ایں ذوق محبت ز جہاں کس نچشیدے
۲۔ گر عشق نہ بودے وغم عشق نبودے   چندیں سخن نغز کہ گفتی کہ شنیدے

ترجمہ:

۱۔ اگر عشق نہ ہوتا تو خدا کو کائی حاصل نہیں کرسکتا   دنیا میں کوئی اس محبت کا ذوق نہیں چکھ سکتا
۲۔ اگر عشق نہیں ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا   تو ایسی عجیب باتیں کون کرتا اور کون سُنتا

اگر عشق کی عظمت کے بارے میں کچھ کہوں تو عرش عظیم اپنے اتنے بلند مرتبے اور بڑائی کے باوجود بھی اس کے ایک نقطے کا بھی بار نہیں

اٹھا سکے اور اگر محبت کے لفظ کا معنی بیان کروں تو آسمان وزمین والے خاموشی اور سکوت میں آ جائیں اور اپنی جان سے بے جان ہو جائیں

رباعی

۱۔ چو شرح عشق ز قید سخن بروں آمد
کمال شوق زکون و مکان فزوں آمد
۲۔ سخن ز اصل برانیم تاچہ شد آغاز
کہ ذکر عشق مبداز حدث چون آمد

ترجمہ:۱۔عشق کی شرح جب سخن کی قید سے باہر ہوآئے تو کمال شوق کون ومکان سے بڑھ جاتا ہے اس بات میں ہیں کہ عشق کی ابتدا اصل میں کہاں سے ہوئی کیونکہ عشق کا ذکر حدث سے پاک ہے تو ظاہر کیسے ہوا۔

پس اے طالب حق!اور ذات مطلق کے طالب غور کرکے موہبت (سخاوت) اور عطا کے سواء اس حرام عالی مقام جیسے اعلیٰ مقصد عظیم عطیہ اور نیک انجام میں کامیابی حاصل کرنا محال صد محال اور مشکل صد مشکل ہے۔

اس مقدمے کی بنا اسی پر رکھکر عشق اور محبت کے جذبے کو حاصل کرنا سلوک کی شرائط جو کہ مرشد کی صورت کے رابطے سے مرتبط ہیں اور تذکرہ اذکار کی ہمیشگی اور حضور اور افکار کا تصور ان سب کو قلم کی قید میں لاکر اس جامع مجموع اور کتاب المستطاب کا نام المحبوبیة المحمودیہ رکھا ہے کہ ہر طالب جو ہمت کے اہتمام سے سب آداب،قواعد اور شروط کو بجالاکر اپنے دل وجان سے کوشش کرے گا وہ بحکم (من طلب شیئا جد وجد) جو تلاش کرے گا وہ ہی حاصل کرے گا۔ضرور صد ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

انشاءاللہ۔

شغل اول

لا الٰہ الا اللہ کا ذکر جہر

یاد رکھنا چاہئے کہ ذکر کے سارے کلموں میں سے یہ کلمہ نہایت ہی افضل واعلیٰ ہے۔جس کیلئے حدیث شریف میں بھی آیا ہے"افضل الذکر لا الہ الا اللہ"یعنی سب اذکار میں افضل واعلیٰ ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ہے ایک اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنته بلا حساب یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ بلا حساب کے جنت میں داخل ہوگا اور پھر حدیث قدسی میں ہے من ذکرنی فی ملا ذکر تہ فی ملا خیر منھم یعنی جس نے مجھے بھری جماعت میں یاد کیا تو میں بھی اسے ایسی بھری جماعت میں یاد کروں گا جو کہ ان سے زیادہ اچھی ہے۔

سلسلہ قادریہ کے بزرگ

اس ذکر کی ترتیب وتلقین ہمارے مرشد اور مربی حضرت پیر دستگیر سید محمد راشد المرشد الارشد قدسنا اللہ سرہ الاقدس جنہیں ان کے اپنے مرشد والد بزرگوار حضرت میاں صاحب سید محمد بقا الحسینی الشہید الباقی بقاء اللہ تعالیٰ قدس سرہ کی جانب سے ملا ہوا ہے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد القادر الحسینی الجیلانی (ثانی) قدس سرہ سے یہ بزرگ جھنگ سیال پرگنہ سدھانہ (سوڈانی) کا باشندہ تھا اس بزرگ نے اپنے مرشد سید صالح شاہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شمس الدین قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید حامد شاہ گنج بخش قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شمس الدین محمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد القادر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد القادر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید حامد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد الرزاق قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد القادر قدس سرہ سے جو کہ چوتھا ہے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید محمد غوث قدس سرہ سے اس بزرگ نے سید شمس الدین قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید شاہ میر قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید علی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید مسعود قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید احمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید عبد الوھاب قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ المشائخ محبوب حقانی قطب صمدانی حضرت شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی بن ابی صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابو سعید المخزومی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابو الفرح طرطوسی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التمیمی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ سری سقطی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ معروف کرخی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ المشائخ داؤد طائی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ حبیب عجمی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد شیخ المشائخ قدوۃ المحققین شیخ حسن بصری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد ھادی یعسوب الموحدین امام العارفین شمس المشارق والمغارب امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس بزرگ ہستی کو باطنی خواہ ظاہری ہدایت کی راہ حضرت سید الکونین والثقلین محبوب رب العالمین سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ملی ہوئی تھی۔

حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے باطنی طریقے کی تلقین بچپن میں اپنے والد بزرگوار سید ابو صالح موسیٰ جنگی قدس سرہ سے حاصل کی اس بزرگ نے اپنے والد سید یحیٰ زاہد سے اس بزرگ نے اپنے والد سید محمد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید داؤد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید موسیٰ ثانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید عبد اللہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید موسیٰ الجونی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید عبد اللہ محقق قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد سید حسن مثنیٰ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے والد امام المسلمین سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بزرگ نے اپنے والد امیر المومنین اسد اللہ

الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگوار کو ہدایت وولایت کی راہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ سے عطا شدہ تھی۔

اما بعد! نقشبندی مشائخ کا سلسلہ (شجرہ) بیان کیا جاتا ہے جن سے آپکو طریقت کی راہ ملی ہوئی تھی۔

نقشبندی سلسلے کے بزرگ

اس فقیر (حضرت مرشدنا خلیفہ محمود علیہ رحمۃ الرحمٰن) کے مرشد جناب مستطاب حضرت پیر سائیں (روضی دھنی) قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس جنہیں نقشبندی طریقے کی باطنی نسبت وخلافت اور نیز جذب وسلوک کے سارے کمالیت والے مراتب کی راہیں آپکے والد بزرگوار سید محمد بقا شہید قدس سرہ جو کہ میاں صاحب کے لقب سے مشہور ہیں انھی سے ملی ہوئی تھی۔ اور یہ نقشبندی طریقے والی باطنی نسبت آج تک آپکے ارادتمند مریدین میں جاری رہتی آرہی ہے جو کہ انہیں اپنے مرشد سید عبدالقادر سدھانہ (سوڈانی) جھنگ سیال والے کے امرد ارشاد سے مخدوم محمد اسماعیل قدس سرہ ہریان لوءِ کے باشندے سے حاصل ہوئی اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ جمال اللہ قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ حاجی محمد ایوب قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ سعدی لاہوری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ احمد فاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد بزرگوار خواجہ محمد باقی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ خواجگی امکنگی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ درویش محمد سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمد زاہد قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرستد خواجہ بہاء الحق والدین محمد قدس سرہ سے آپ نقشبند کے نام سے مشہور ومعروف ہیں اس لئے کہ آپ ہی سے نقشبندی طریقہ مشہور ہوا اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ سید میر گلال قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ محمود الخیر فغنوی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابو یوسف ھمدانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابوعلی فارمدی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد امیر المؤمنین فخر المسلمین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ نے اپنے مرشد حضرت عالی برکت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس بزرگ نے منبع الھدایۃ والرشد حضرت سلمان فارسی قدس سرہ ورضی اللہ عنہ سے اس بزرگ نے امیر المؤمنین امام الصدیقین سیدنا حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بزرگ کو معرفت وعرفان کی راہ سید الکونین رسول الثقلین محبوب رب العالمین شافع المذنبین سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے عنایت شدہ تھی۔

یہاں ایک یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہمارے (مرشدنا خلیفہ محمود فقیر علیہ الرحمہ) مرشد (حضرت پیر سائیں روضی دھنی) قدس سرہ، اپنے مریدین یا طالبین کی استعداد کی فہم اور اسکی ہمت موجب انہیں ان دونوں طریقوں کے شغل، اجمال اور تفصیل کی ترتیب سے ملا کر

سکھانے کی نوازش کرتے تھے اور آپ کی توجہ کی نظر فیض اثر کی برکت سے قادری طریقے والے طالبین میں قادری والی صورت ظاہر ہوتی تھی۔

ذکر وفکر کو شروع کرتے وقت آپکی صورت کی تجلی سارے ذاکرین کو گھیر کر پکڑ لیتی تھی اور ان پر چھا جاتی تھی جس کی وجہ سے ان کے اندر جذب کی حالت پیدا ہوتی تھی جس وجہ سے ان جذب والے طالبوں کو دوسروں شغلوں میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت وحاجت نہیں رہتی تھی اس لئے کہ آپ کی صورت مبارکہ کی دید اور اسکی توجہ کرنے سے انکے لئے سلوک کی سب راہیں آسانی سے حاصل ہو جاتی تھیں، یہ حالت اس طالب کو نصیب ہوتی تھی جس کو اپنے مرشد سے رابطے والا جذبہ زیادہ ہوتا تھا رابطے اور میلاپ والا جزبہ جس طالب میں کم ہوتا اسے اس بے پایان اور بے بہا نعمت والے خزانے کے موتیوں کی کیا خبر "من لم یذق لم یدر "یعنی جس نے چکھا نہیں ہے اس کو لذت کی کوئی خبر نہیں ہے

ذوق این می نہ شناسی، بخدا تا نہ چشی

یعنی:۔اس شراب کی لذت تب تک پہچان نہیں سکتا خدا کی قسم، جب تک اسے چکھ نہ لے۔

جن طالبوں نے اپنی خواہش سے نقشبندی طریقے پاک میں داخل ہونا چاہا تو انہیں صرف نقشبندی شغلوں کی تلقین فرماتے اور انکو بڑی تحقیق وخوض سے نقشبندی طریقے کے سلوک میں کمالیت والے درجات تک پہنچاتے۔ یہ نقشبندی طریقہ ہمارے اس زمانے میں زیادہ اور کثرت سے جاری ہے اور آگے بھی آپکا قادری طریقہ زیادہ پھیلا ہوا ہے اس وجہ سے قادری طریقے کے شغل پہلے بیان کئے جاتے ہیں۔

قادری طریقے کے ذکر کی ترتیب

اس ذکر کو شروع کرنے کا وقت مغرب کی نماذ کے بعد ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے کہ وضو کر کے مغرب کی نماز پڑھے اس کے بعد دونوں گھٹنے، بچھا کے قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اعوذ باﷲ من اشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور گیارہ بار سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھے اس کا ثواب حضرت غوث الثقلین کریم الطرفین شیخ المشائخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو بخشے اور اس کے بعد اپنی آنکھیں بند کر کے دل کی توجہ وحضور کیساتھ مرشد کی صورت کا تصور کرے جہر یا بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا کلمہ ایک ہزار مرتبہ تسبیح کے دانوں پر گن کر پڑھے اور ہر سو 100 کے آخر میں کلمہ شریف مکمل کرے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کہے اس ذکر کے وقت صدقِ دل سے یقین کر کے جانے کہ اللہ تبارکہ وتعالیٰ واحد وتنہا ہے اس کے سواء دوسرا کسی کا وجود وہستی نہیں ہے اور ذکر کرتے وقت دل میں دوسرے خیالات خطرات اور وساوس کو آنے نہ دے لیکن اگر کسی وقت دوسرے خیال خطرے اور وسوسے دل میں پیدا ہو جائیں تو یہ اسم پاک "یا فعال" تین بار زبان سے آہستہ آہستہ کہے کہ دل سے خود بخود فالتو خیالات ووساوس اتر جائیں گے۔ لیکن اگر پھر بھی کسی وقت طالب کے دل میں خیال ووسوسے پیدا ہوں تو یہی مذکورہ اسم پاک مندرجہ بالا ترتیب سے پڑھے گا تو اس کی برکت سے تمام خیالات وخطرے دل سے محو ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ اسم "فعال" اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اس لئے طریقت کے

مشائخین واولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے طالبوں کے دلوں سے خطروں اور وسوسوں کے غبارات اور مٹی کو ہٹانے کیلئے اسی اسم پاک کے ورد کا ارشاد کیا ہے ذکر کے شروع شروع کے دنوں میں اس فقیر (مرشدنا حضرت خلیفہ محمود علیہ الرحمہ) کو ذکر کے دوران دل میں وسوسے اور خطرے پیدا ہوتے تھے پس آپ (حضرت مرشدنا پیر سائیں روضے دھنی رضی اللہ عنہ) نے مجھے ان وسوسوں کو دفع کرنے کیلئے اسی اسم پاک کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا پس آپکے اس امر فیض نظر کی برکت سے اس اسم پاک کی ورد کی وجہ سے تمام خیال وخطرے دل سے ھٹ کر گم ہو گئے اور پھر نہ ہوئے

اس تسبیح کے پورے ہونے کے بعد "الا اللہ" ہزار بار پڑھا جائے اور اس کے بعد "اللہ" ہزار دفعا اور اس کے بعد "ھو" ہزار مرتبہ پڑھا جائے اس طرح سے جب ذکر کے یہ چار ہزار کلمے پورے کئے جائیں تو پھر مداقبے میں بیٹھ کر دل کی جانب متوجہ ہوا جائے جو کہ بائیں پستان سے دو انگلیاں نیچے ہے۔

اس مراقبے میں بڑے خیال وتوجہ سے اللہ کے اسم مبارک کی صورت کو قلب (دل) پر نقش کرنے میں مشغول ہوا جائے کہ یوں قلب میں حرکت وجنبش پیدا ہووے۔

جب قلب میں حرکت کا جاری ہونا معلوم ہووے تو پھر اس برکت والے اسم اللہ کو مکمل خبرداری وکوشش سے قلب (دل) پر بار بار دہرایا جائے اور تکرار کیا جائے (یعنی یوں محسوس کیا جائے کہ دل ہر حرکت سے اللہ اللہ کہہ رہی ہے) کہ جیسے یہ اسم مبارک اللہ قلب (دل) پر اس طرح نقش ہو جائے کہ گویا پتھر پر منقش ہو گیا ہے۔ اس مراقبے کی حالت میں خیالات ووساوس کو دل میں جگہ نہ دی جائے بلکہ سکون کیساتھ اس اسم مبارک "اللہ" کے تصور میں مشغول ہو جائے مراقبے کے علاوہ بھی اٹھتے بیٹھتے، تنہائی میں خواہ خلق کیساتھ ہونے کی حالت میں یہ نہایت خبرداری سے اس اسم مبارک اللہ کے تصور سے اپنے دل کو ہمیشہ مشغول رکھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذاکرین بندوں کی وصف اس طرح بیان فرمائی ہے ان فی خلق اسموت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللّٰہ قیاماو علیٰ جنوبھم یعنی: بیشک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور راتوں اور دنوں کے اختلاف میں (یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں) اور جانے میں دانشوروں کیلئے نشانیاں وعبرتیں ہیں یہی اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے یاد کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ایسے ذاکر بندوں کیلئے اس سے بڑھ کر دوسری کوئی بھی خوش نصیبی اور دولت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوشخبری دینے کیلئے اپنی "فاذکرونی اذکرکم" کی نعمت سے خطاب کیا ہے (یعنی پس تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں) اس لئے طالب کو چاہئے کہ خود کو اذکار وافکار میں زیادہ مشغول رکھے کہ اس طرح یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہو جائے ذکر کے جاری ہونے کے بعد طالب میں دو حالتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔ یعنی کبھی اسے "قبض" (۱) والی حالت ہوگی اور کبھی بسط (۲) والی حالت۔

---

(۱) قبض کا معنی کسی چیز کا بند ہونا بعضے اوقات میں سالک پر کچھ مصلحتوں کے سبب عبادت کے کاموں میں لذت چھوڑ جاتی ہے جس وجہ سے سالک کی طبیعت ملول ہو جاتی ہے (مترجم)

(۲) بسط معنی کشادہ ہونا، جس وقت سالک پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایتوں کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں اس وجہ سے اس سے سالک کے دل کو فرحت ولذت ملتی ہے (مترجم)

یہ سب کچھ، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسم قابض اور باسط کا اثر ہے۔ جو کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں پہلے اسم کا اثر انقباض (بند ہو جانا) اور دوسرے اسم کا اثر انبساط (کھل جانا) ہے یاد رکھنا چاہئے کہ ان دونوں اسموں کے اثر والی حالتیں، ہر وقت طالب میں موجود ہیں مگر طریقت میں داخل ہونے سے پہلے ان اسماء کی تاثیر و اثر اسکی غفلت و بے خبری کے سبب اسے سمجھنے اور محسوس کرنے میں نہیں آتی جیسے کہ انسان کی زندگی کی دو حالتیں ہیں مثلاً وہ کسی وقت خوشی میں ہوتا ہے تو کسی وقت دکھ میں لیکن ایسے لوگ ان اسماء کی تاثیر کو پرکھ نہیں سکتے، اس لئے کہ یہ بیچارے "حال" والے علم سے بے نصیب ہونے کے سبب انجان ہیں ہاں جب طالب طریقت میں داخل ہوتا ہے اور اپنے قلب (دل) پر خبرداری و ہوشیاری کیساتھ نظر رکھ کر توجہ کرے گا تو پھر اس وقت ان دونوں اسموں کی تاثیر معلوم ہوگی یعنی کسی وقت اس پر اسم "قابض" غلبہ کرے گا اور کسی وقت اسم "باسط" اس پر غالب رہے گا۔ جب طالب کے دل پر قبض کی حالت ظاہر ہو تو پھر اسے چاہئے اس کو ٹالنے اور دور کرنے کیلئے بڑی کوشش اور ہمت سے کام لے۔ کیونکہ ذکر کے قبض کے بعد قلب میں جو پریشانی و بے آرامی پیدا ہوتی ہے اسے فقط اپنی ہمت و کوشش سے ہی دفع کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے سے طالب کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اس سلسلہ میں حضرت پیر سائیں (روضی دھنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیت فرماتے تھے

بیت (سندھی)

ڈوتھین چیس ڈور کیچ پرانھوں پندہ تھیو
پانان پیئی پور دکھ ودھائیں و تری

جب کوئی پست ہمت اور کم قوت والا آدمی اپنے اندر "قبض" کا اثر دیکھتا ہے، تو اپنی کوشش و ہمت کو چھوڑ کر مایوس ہو کر بس کر کے بیٹھ جاتا ہے ایسے لوگوں کیلئے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق مست ے را
مرد خسیس ہمت در عاشقاں نگنجد

یعنی: مست شراب پینے والے عاشقوں کو بلند ہمت ہونی چاہئے بے ہمت لوگوں کی عاشقوں میں گنجائش نہیں ہے۔

حضرت پیر سائیں رضی اللہ عنہ مبتدی یعنی شروعاتی طالب کے حال کے موافق "قبض" و "بسط" متعلق اس طرح مثال دیتے تھے کہ دونوں حالتیں مبتدی طالب کیلئے چھوٹی بدلی کی طرح ہیں "قبض" والی بدلی تیزی سے ظاہر ہو کر اور فوراً گم اور محو ہو جاتی ہے۔ اور "بسط" والی آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی ہے اور یہ آہستہ آہستہ گم ہونے لگتی ہے۔

"بسط" کے ظہور کے وقت طالب کو خوشی و فرحت حاصل ہوتی ہے اور پھر اس کے غائب یا بند ہونے کے وقت غمگین و مایوس ہوتا ہے

اے میرے دوست! اس ذکر کی ترتیب اور بیان کر آئے ہیں اب اس ذکر کا معنی ومطلب بیان کیا جاتا ہے

(۱) لا الہ

ذکر کا حق یہ ہے کہ اسکے معنی ومفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ جیسا کہ "لا الہ" کے کہنے سے ماسویٰ اللہ کے اپنے دل کی تختی سے اس قدر مٹادے اور دھودے کہ صدیوں کی صدیاں اور سالوں گذر جائیں تب بھی یہ یاد کرنے سے بھی دل کی طرف نہ آئیں اس طرح سے جب دل کی تختی سے یہ سب غیر مٹ کر اور محو ہوگئے تو پھر یہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں گے (۱) اس کے بعد غیب مطلق کی پاکی سے حجاب کا پردہ ہٹا کر بے نقاب ہو کر اس قید والے وجود میں "الا اللہ" کا جمال ظاہر ہو کر جلوہ کرے گا اسی وقت سالک پر ایسی تو خوشی کی لہر چھا جائے گی کہ گویا کسی پیاسے انسان کو بیابان وصحرا میں میٹھے پانی کا تالاب نظر آئے اور پھر اسکی خوشی کی کوئی حد ہی نہ رہے، اس سلسلہ میں سید عبدالکریم شاہ بلڑی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے

بیت

پیر پریندئ ٹھریا ایندے لکھی اج
ویرے منجھ سج کر لدھی رٹ اکاریئیں

اس بیت کا مطلب ومقصد یہ ہے کہ جو طالب وسالک اس دنیا کے بیابان وجنگلات میں طلب کے میدان میں پیاسے ہیں اور جب انکی نظر کا نشان وحدت کے مقام پر پڑتا ہے تب وہ کثرت کے آئینوں سے وحدت کے مقام کا نظارہ ومشاہدہ دیکھ کر خوشی میں نہیں ماپتے۔ حضرت پیر سائیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے والے طالبوں کو بھی طریقت کے سیر میں ذکر کے شروع کرتے ہی یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اس سلسلہ میں مخدوم جامی قدس سرہ نے اپنے اس شعر میں کتنا نہ خوب اشارہ کیا ہے۔

در و دیوار من آئینہ شود از کثرت شوق
ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

یعنی میرے در و دیوار کثرت شوق سے آئینے بن گئے ہیں جس طرف دیکھتا ہوں کہ تو ہی نظر آتا ہے

(۲) الا اللہ

"لا الہ الا اللہ" کی تسبیح پوری ہونے کے بعد طالب جب "الا اللہ" کے ذکر کرنے میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت سب چیزوں اور وجودوں کو نفی کر کے ان کو نیست ونابود جان کر وحدت کے اثبات کا بیان واقرار کرتا ہے اور اس وقت اس کی نظر میں کثرت بالکل گم وفانی ہو

(۱) لا الہ کا اشارہ عالم ناسوت کے باطل معبودوں کی طرف ہے اس لئے کہ جس عالم میں انسان رہتا ہے اُسے عالم ناسوت کہا جاتا ہے (مترجم)

جاتی ہے۔ اور اسے واحد حقیقی جل شانہ کے وجود کے علاوہ دوسری کسی چیز کا وجود و شہود نظر نہیں آتا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا نہ دوسرے کسی کی ذات ہے اور نہ دوسرے کا وجود ہے

"بیت"

کجا غیر کہ غیر کہ نقش غیر

ماسوی اللہ واللہ ما فی الوجود

یعنی غیر کون غیر کا نقش کون۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم کہ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سواء دوسرا کوئی بھی نہیں ہے!(۱)

(۳) اللہ

الا اللہ کے بعد "اللہ" کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذاتی اسم ہے، جو سب اسماء خواہ صفتوں اور شیونات کا جامع ہے۔ جب طالب، اس اسم پاک (۲) کے ورد میں مشغول ہوتا ہے، تب خود اس اسم اور دوسرے اسم، وصفات اور شیونات کی صفت لیتا ہے، جب ان سب کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہے تب اس عالم اور اس جہاں کے مظاہر و مخفی انوارات کا مطلع و آئینہ ہو جاتا ہے اس باب میں سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی نہ رمز سے اشارہ کیا ہے۔

بیت

گنج کہ طلسم اوست عالم مائیم — ذات کہ صفات اوست آدم مائیم

اے آنکہ توئی طالب اسم عظیم — ازما بگذر کہ اسم اعظم مائیم

یعنی۔ جہان کہ اس کے طلسم کا خزانہ ہے وہ ہم ہیں، آدم کہ وہ اس کی ذات کی صفت ہے وہ ہم ہیں تو جو کہ اسم اعظم کا طالب ہے۔ ہمارے ہاں سے گذر (یعنی ہمارے پاس آ) اس لئے کہ ہم ہی اسم اعظم ہیں۔(۳)

(۴) ھو

اللہ کے اسم مبارک کے ذکر کے بعد "ھو" کے ذکر کرنے میں مشغول ہوا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا معنی سمجھنے میں فکر کی جائے۔

---

(۱) جب سالک عالم ناسوت کے سارے باطل معبودوں کو نفی کرنے کے بعد اب اس منزل سے اوپر آ کر عالم ملکوت کی طرف رخ کر کے "اِلَّا اللّٰہ" کا قائل اقراری ہوتا ہے پس ذکر کرتے وقت دل میں یہ ارادہ رکھے گا کہ "لَامَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء دوسرا کوئی موجود نہیں ہے (مترجم)

(۲) "اِلَّا اللّٰہ" کے بعد سالک عالم جبروت کی طرف رخ کرتا ہے "اللہ" میں خیال کر کے کل صفات کی نسبت اس ذات پاک کی طرف جانتا ہے کہ اللہ جامع ہے کہ یہ صفات اس کیساتھ قائم ہیں۔

(۳) سالک سے جب صفات کے پردے ہٹ جاتے ہیں تب وہ جبروتی مکان سے عروج کر کے وحدت میں عالم لاہوت کی طرف آتا ہے اس وقت "ھو" "ھو" کہنے والا ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دوسری کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی (مترجم)

اس کلمے کا اشارہ ذات ''ھویت'' کی طرف ہے یعنی اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ ذات ہے جو کہ سب شیونات واعتبارات سے خالی ومجرد ہے، پس طالب اسی کلمے کے ذکر کے وقت سب شیونات واعتبارات سے خالی وتنہا ہو کر حق تعالیٰ کی ذات ''ھویت'' میں محو ہو جاتا ہے کہ یہ ذات بے مثل ہے اب بھی ایسے ہی ہے جیسے اصل سے ہے۔

اے دوست! اس کلمے کا مطلب اور اسکا معنی سمجھنے کیلئے کسی مقبول اور حق تعالیٰ کے محبوب بندے کی درکار ہے کہ وہ اس کلمے کے راز کا معنی ومطلب کھولے اور حاصل کرے یہ راز مرشد کامل اور مربی مکمل کے رابطے کے سواء کوئی بھی حل نہیں کر سکتا (۱)

اس سلسلہ میں دانائے راز حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا نہ اچھا کہا ہے

بیت

آئینہ سکندر جام جم ست بنگر ۔۔۔ تا بر تو عرض دار احوال ملک دارا

یعنی: سکندر کا آئینہ جمشید کا پیالہ ہے دیکھ کہ تجھ پر دارا کے ملک احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

جب طالب اپنے وجود کو مرشد کی صورت میں تبدیل کر دیگا تب خود کو مرشد سمجھتا رہے گا اور خود کو عین مرشد سمجھ کر اس طرح کہتا رہے گا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یعنی: میں ''تو'' ہوں اور تو ''میں'' ہوا میں جسم ہوا اور تو جان ہوئی اس کے بعد کوئی اس طرح نہ کہے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں۔

جب طالب کا پورا پورا رابطہ مرشد کی صورت کیساتھ پیدا ہوگا۔ تب طریقت، حقیقت اور معرفت کی کمالتیں اور معانی جو کہ مرشد کو مشاہدی میں آئی ہونگی یہ سب ایک ہی وقت پر طالب کو حاصل ہونگی۔

اے طالب! مرشد کی صورت کو اندر میں تصور میں لانے اور رابطے رکھنے کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، پس جو شخص ایسی کشتی میں چڑھ کر سوار ہوگا۔ وہ دنیا وآخرت کی آفات ووساوس اور خطروں کی بیماریوں سے امن میں رہے گا۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

یعنی: اس امت کی دیوار کو کیا غم جب تجھ جیسا اس اک پشت پناہ ہے، سمندر کی لہروں کا ان کو کیا خوف جب حضرت نوح علیہ السلام اس کی کشتی کے کشتیاں ہوں۔

حضرت پیر سائیں رضی اللہ عنہ مرشد کی صورت کے رابطہ رکھنے کی مثال اس طرح فرماتے تھے کہ حاجیوں کو حجاز کے سفر پر جانے کیلئے

---

(۱) اس سلسلہ میں ''ھو'' کے اسم کے متعلق مزید تفصیل کیلئے اگر کوئی طالب چاہے تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اخبار الاخیار سے شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں اس ''اسم'' ''ھو'' کے بارے میں مفصل احوال دیکھ سکتا ہے (مترجم)

سفر مشقتیں تب تک ہیں جب تک وہ جہاز میں سوار ہوں سوار ہونے کے بعد تو جہاز کو سفر کرنا ہے۔

اے دوست! اسی وجہ سے تو اس بات کو سمجھ کہ حضرت پیر سائیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے والوں کو جذب و موہبت (یعنی ریاضت کے بغیر) والی نعمتیں، محض انکی صورت مبارکہ کے رابطے کے سبب سے عطا ہوتی ہے۔اس لئے کہ آپ مراد ہیں نہ مرید بلکہ میں تو حیرت میں ہوں کہ آپ کیا چیز ہیں اور میں کیا بتاؤں۔

نہ بشر خوانمت اے دوست نہ حور نہ پری
ایں ہمہ برتو حجاب ست تو چیزے دیگری

یعنی:اے دوست میں تجھے نہ بشر کہوں نہ حور اور نہ پری یہ سارے تیرے اوپر پردے ہیں، حقیقت میں تو کوئی چیز ہی دوسری ہے
آپکے مرید جو آپ سے طریقت میں فیضیاب ہوئے ہیں وہ بھی صاحب مراد ہیں نہ مرید۔جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول ﷺ کو نیند سے جگا کر اپنے معراج کا شرف بخشا اسی طرح سے اس طریقے مبارک سے ہدایت اور فیض حاصل کرنے والوں اور باطنی فائدے لینے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے بے کراں و بے انداز بخششوں اور احسانات کیساتھ کسب و ریاضتوں کی محنت کے بغیر اپنے مقرب بندوں کی منزل تک پہنچاتا ہے۔اس لئے کہ آپ کے ارادتمند مریدیں جزب وکشش اتنی ہے۔کہ ان پر سلوک کی راہیں ازخود ظاہر وعیاں ہوجاتے ہیں (ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم)۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اے طالب! میں جس بات کا ذکر کرنے والا تھا اُسے چھوڑ کر کہاں سے کہاں جانکلا۔اب پھر اصل مقصد ومعنیٰ کا ذکر کرتا ہوں۔وہ یہ ہے کہ سلوک کے فن وعلم سے جو خلاصہ اور مقصود ہے وہ ہے دل کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی۔اس لئے کہ انسان کے سارے جسم کا دارومدار قلب پر ہے جو کہ بائیں پستان کے نیچے ہے۔جس کی صناعت وساخت کی شکل صنوبر جیسی ہے اور صوفیوں کی اصطلاح میں اسے مضغہ کہتے ہیں اس کے متعلق حدیث پاک میں اس طرح آیا۔

''اَلاَ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ آدَمَۃَ لَمُضْغَۃً اِذَاصَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَالْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلاَ وَھِیَ الْقَلْبُ''

یعنی: خبردار بیشک آدم کی اولاد کے جسم میں ایک مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) ہے اگر وہ صحیح وسالم ہے تو پھر کل جسم سالم ہے اور اگر وہ فاسد ہے تو پھر سارا جسم فاسد ہے خبردار! وہ قلب (دل) ہے۔

جیسا کہ سلوک کے سب طریقوں کا مدار اور بنیاد قلب کی اصلاح اور فساد پر موقوف ہے تو پھر جاننا چاہئے کہ طالب کو کلی خواہ جزوی کمالیتوں کا حاصل ہونا اس شغل پر موقوف ہے۔

اس لئے طالب کو چاہئے کہ اپنی مکمل ہمت وکوشش اس شغل کو پکانے میں صرف کرے یوں اس شغل کے مقام کی کمالیتیں ظاہر ہوں

اور کمالیتوں کی خلعتوں سے نوازا جائے۔ یہ ساری نعمتیں ذکروں کے شغلوں سے متعلق اور موقوف ہیں۔
طریقت کے مشائخ نے بھی اس ذکر کے شغل کو پسند کیا ہے وہ بھی اسی ذکر کے شغلوں میں مشغول رہتے تھے اور طالبوں کو بھی اسی ذکر کا شغل سمجھاتے تھے۔
اس ذکر کے کتنے ہی طریقے ہیں چار ہزار کے شغل کی ریاضت کے بعد، اپنے مرشد کے امر اور اجازت سے پھر دوسرے شغل کی ریاضت میں مشغول ہونا چاہئے۔

شُغلِ دوم

یَا اللّٰہ یَا ھُوْ

یہ شغل بھی قادری طریقے کے اشغال میں سے ہے۔
اس فقیر (مرشدنا حضرت خلیفہ محمود علیہ الرحمہ) کو اس شغل کی ریاضت کے متعلق اپنے مرشد پاک سے اس طرح ارشاد و اجازت ہوئی ہے۔ کہ ہر نماز کے بعد ایک سو (۱۰۰) مرتبہ "یا اللّٰہ یاھو" کا شغل اس طرح سے کیا جائے جیسے "یا اللّٰہ" کے اسم کو دل (قلب) سے کھینچ کر "اللّٰہ" کی "ہا" کے حرف کو دائیں کندھے پر لا کر پورا کرے اور "یاھو" کے اسم کو اسی دائیں کندھے سے شروع کر کے "بسرّی" اور "روحی" سے گزار کر قلب پر زور سے ضرب لگائے۔ اس شغل پر بھی ہمیشگی کی جائے، جیسے یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہووے۔ جب اس ذکر کے سارے جسم پر جاری ہونے کا اثر ظاہر ہونے لگے اور قلب میں حرکت آئے، تب بھی اس شغل کو بلکل نہ چھوڑا جائے جب تک کہ قلب میں تحرّک کا ملبہ نہ ہو۔ جب کامل مرشد کی توجہ سے اس ذکر کے جاری ہونے کا دروازہ کھل جائے اور قلب میں ذکر بے فکر ہر گھڑی جاری رہے اس شغل کی ریاضت میں کمالیت حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کی اجازت سے "پاس انفاس" کے شغل میں مشغول ہونا چاہئے۔ کیونکہ مرشد کی اجازت کے سواء اپنے سر از خود شغلوں میں مشغول ہونے سے کوئی بھی اثر ظاہر نہیں ہوگا اسی لئے سلوک کے طریقے میں باطنی خواہ ظاہری مشغولیتوں میں مرشد سے اجازت لینے کو واجب بلکہ فرض میں شمار کیا جاتا ہے۔

شغل سوم

پَاسِ اَنْفَاسِ عَلیٰ الدَّوامِ اَللّٰہ ھُوْ

اس شغل کو "پاس انفاس علی الدوام" یعنی دم (سانس) کا ذکر کہتے ہیں۔ اس شغل کا طریقہ اس طرح ہے کہ اپنے ظاہری حواس (یعنی دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، اور چھونے) اور باطنی حواس (یعنی وسوسے، خطرے اور خیالات) ان سب سے خود کو روک کے منہ بند کر کے قلب (دل) کی طرف متوجہ ہو کر مراقبے میں بیٹھ کر اپنے مرشد کی صورت کو دل پر نقش کیا جائے۔ بلکہ اپنے سارے وجود کو مرشد کے حلیہ

ولباس کے تصور میں لائے ایسے مرشد کے حلیہ کو جُبہ محسوس کرے اور اس میں خود کو مستور و ملبوس محسوس کرے بلکہ اپنے آپ کو اس میں معدوم وگم دیکھے اور اپنے اندر میں مرشد کی صورت کو موجود اور ظاہر سمجھے۔

اسی تصور وفکر کو لینے کے بعد سانس جب اندر لے تو اس وقت اسم مبارک ''اللہ'' کو ہونٹ ہلائے بغیر خیال وتصور کے ھتھوڑے ومطرقہ سے دل کے ٹھیہ پر زور سے ضرب لگائے اور اسم مبارک ''ھو'' کو دماغ سے کھینچ کر ناک سے سانس کو باہر نکالے یاد رہے کہ منہ بلکل بند ہووے۔

اس شغل کے شروع کرنے کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے اور اسکا ذکر ایک ہزار مرتبہ کرنا چاہیے، جس کے لئے تسبیح استعمال کیجائے اس کے علاوہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد پانچ سو (500) بار اس طرح سے ذکر (ریاضت) کیجائے لیکن فجر کے وقت تسبیح استعمال نہ کی جائے اور فقط دل کے خیال سے گنا جائے اور خیال خطرے نہ آئیں۔ اس لئے کہ ذکر کے دوران اگر دل میں وسوسے، خیال اور خطرے آتے رہیں گے جاتے رہیں گے تو ذکر دل پر جاری نہ ہو سکے گا، اسی حالت میں اسکا جاری ہونا ممکن نہیں اس وجہ سے طالب کو چاہیے کہ ذکر شروع کرتے وقت خود کو اور خطرات وخیالات کو ذکر کی فکر میں محو وگم کردے اس شغل کے پکانے میں (ریاضت) اس طرح محنت وکوشش کی جائے جیسے اپنے جسم کو دہی کا سا سمجھے، اس شغل کو اپنے جسم میں ایسا بلوڑے کہ اس سے مکھن ظاہر ہووے

اس جگہ پر فقیر کبیر نے پنجابی زبان میں یہ شعر کتنا نہ اچھا کہا ہے

بیت

مس مہی تن ماٹی ہم بلورن ہار، مکھن کبیری کھائیا چھا چھ پیتی سنسار

یاد رہے کہ بعضے طالبین کو اس شغل کے پکانے (ریاضت) میں ایک سال، دو سال، تین سال یا چار سال لگ جاتے تھے۔ اس کے بعد انکو یہ شغل حاصل ہوتا تھا، البتہ ایسا ہے کہ جو کوئی طالب اچھی استعداد و بلند ہمت والے ہوتے ہیں انہیں کچھ وقت کے اندر ہی یہ شغل حاصل ہو جاتا ہے باقی جن طالبین کی طبیعت غبی ہے انکو بڑی مدت گزرنے کے بعد یہ شغل مشکل سے حاصل ہوتا ہے طالب کو چاہئے کہ جب تک اس کے وجود میں اس شغل کے ذکر نے جگہ نہیں لی تب تک اس ذکر کو نہ چھوڑے کیونکہ اس ذکر کا سلوک میں اپنی جگہ پر بڑا اثر ہے اس لئے جو کوئی طالب اس ذکر پر ہمیشگی ومداومت کریگا وہ بالآخر اپنے مقصد ومراد کو حاصل کریگا

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس شغل کے حصول کیلئے مرشد کی صورت کیساتھ یگانیت اور رابطے کا ہونا لازمی وضروری ہے اس ذکر پر ایسی تو ہمیشگی کی جائے کہ نہ صرف ذکر پر ملکہ حاصل ہو بلکہ کل وجود میں بھی ذکر ظاہر ہو جائے اس شغل کے حاصل ہونے کے بعد مرشد کی اجازت وامر سے چھوں لطائف کے اشغال میں مشغول ہونا چاہئے

شغل چہارم

لطائفہ ستہ

لطائف یہ ہیں (۱) نفسی (۲) قلبی (۳) روحی (۴) سری (۵) خفی (۶) اخفیٰ ۔ یہ شغل نقشبندی سلسلہ کا ہے ان لطائف کا امکان یا جگہ اس طرح ہے

(۱) لطیفہ نفسی: اس لطیفے کی جگہ ناف سے دوانگلیاں نیچے کے مفاصلے پر ہے

(۲) لطیفہ قلبی: اس لطیفہ کی جگہ بائیں پستان کے نیچے دوانگلیوں کے فاصلہ پر ہے

(۳) لطیفہ روحی: اس لطیفہ کی جگہ دائیں پستان سے دوانگلیاں نیچے کی طرف ہے

(۴) لطیفہ سری: اس لطیفے کی جگہ سینہ درمیان ہے

(۵) لطیفہ خفی: اس لطیفے کی جگہ پیشانی کا بیچ ہے

(۶) لطیفہ اخفیٰ: اس لطیفہ کی جگہ دماغ کے بالائی حصہ پر ہے یاد رہے کہ ان چھوں لطائف کی ترتیب اوران کے وقوع کی جگہیں بنوری مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بتائی ہوئی ہیں اور آج تک ان کے مریدین میں یہ طریقہ جاری ومعروج ہے۔

یہ تقسیم حضرت شیخ المشائخ خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ نے اپنی رائے اور اجتھاد سے ترتیب دی ہے۔

خواجہ صاحب آپ اپنے مرشد حضرت شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد فاروقی نقشبندی قدس سرہ جو کہ امام ربانی مجدّ دالفاثانیؒ کے لقب سے مشہور ہیں، ان سے اور دوسرے نقشبندی حضرات کے مشرب اور انکی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کے مشرب میں لطیفہ سری، خفی، اخفیٰ کی جگہیں مختلف ہیں جیسا کہ ان حضرات کے ہاں لطیفہ سری کی جگہ دائیں پستان سے دوانگلیوں کے فاصلہ پراوپر کی طرف ہے۔

اور لطیفہ خفی کی جگہ بائیں پستان کے اوپر دوانگلیوں کے فاصلہ پر ہے اور لطیفہ اخفیٰ کی جگہ سینے کے بیچ پر بائیں پستان کی طرف جھکی ہوئی ہے اور لطیفہ نفسی ان بزرگوں کے ہاں لطائف کے شمار میں نہیں ہے۔

یہ حضرات اپنے مریدوں کو فنا وبقا کے بعد پانچ لطائف کو اپنی اپنی جگہوں پر جدا جدا طریقوں اور خلعتوں اور انعاموں سے انہیں مشرّف کرکے اس کے بعد لطیفہ نفسی کو چاروں عناصر کیساتھ دماغ میں فنا کراتے ہیں جو کہ سکر کی جگہ ہے۔

ان حضرات کے مریدین وطالبین کو ہرایک لطیفے کی تکمیل وپکانے میں سالوں گذر جاتے ہیں۔ اور انکو بڑی بڑی مشقتیں جھیلنی پڑتی ہیں بلکہ کتنے طالبوں کو تو اوّل، دوم، سوم شغل کی تکمیل وریاضت میں عمر گذر جاتی ہے۔

اور جو طالب بڑی ہمت والے ہیں اور انکی استعداد قوی ہے وہ تھوڑے عرصہ میں سارے لطائف کو پوری جذب وکمالیت کیساتھ

حاصل کر لیتے ہیں

صوفی نکشد صافی تا در نکشد جامی

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

یعنی صوفی جب تک شراب کا پیالہ نہیں پیتا تب تک صاف نہیں ہوگا کیونکہ خام صوفی کو پختگی کیلئے بہت بڑے سفر کی ضرورت ہے(۱)۔

یاد رہے کہ حضرت خواجہ آدم بنوری قدس سرہ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی کامل توجہ سے سارے لطائف کو اچھی طرح سمجھ کرانکی تکمیل حاص'' کی تھی۔ اس وجہ سے حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ نے اپنی فکر واجتہاد سے طالبین وسالکین کو فوری طوور پہ سلوک کی سب منزلوں تک پہنچانے کیلئے چھوں لطیفوں کی راہ کو پسند فرمایا۔اور آپ کے طریقے والے مشائخ نے بھی آپکی پیروی کر کے اس روشن راہ کو اختیار کیا۔ اسی لئے انہوں نے اپنے مریدوں کو ایک ہی توجہ وصحبت سے ان سارے لطائف کی کمالیت سے انہیں مشرف کرتے تھے۔

انکی توجہ مبارک کی تاثیر یہ تھی کہ سارے لطائف جو خواہ مجمل ہوں یا مفصل، ان سب کے مقامات ودرجات ایک ہی توجہ سے انہیں ہوتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ لطیفہ نفسی کو چاروں عناصر کیساتھ دماغ میں فنا کراتے ہیں۔

لیکن حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ لطیفہ نفسی کو جو کہ ناف تلے ہے جو کہ گندی وغلیظ جگہ ہے اس میں فنا کراتے ہیں اس پر غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ آپکی ہمت وتوجہ کی شان کتنی نہ بڑی ہے کہ غلیظ وگندی چیز کو لطیفہ مذکورہ میں ختم کر کے ایک ہی جسے میں ڈال کر اندر سے کلی گندگیاں نکال کر پاک وصاف کرتے ہیں۔ یہ سارا کچھ اس کے عشق ومحبت کی سوزش کا غلبہ ہے۔ جو کہ عشق کی آگ کے شعلہ سے پتھر وموم کو پگھلا کر اندر سے غلاظت کو نکال دیتا ہے۔

کتاب خلاصة المعارف جو کہ حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ کی تصنیف کردہ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ''وحدت الوجود'' کے مشرب میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی رائے اور مشرب کیساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ اس مسئلہ اپنے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب ''وحدت الشهود'' سے اختلاف رکھتے ہیں۔

کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ'' وحدت الشهود'' کے قائل تھے اس سلسلہ میں اگر کوئی اعتراض کرے اور کہے کہ خواجہ بنوری قدس سرہ نے اپنے مرشد کی متابعت وپیروی کو چھوڑ کر اپنی رائے پر یہ مشرب کیوں اختیار کیا تو اس کا اعتراض اسکی کج فہمی علم کی کوتاہی اور بے ادبی کے سبب ہے حالانکہ یہ تو آپکے اجتہاد کی کمالیت کی نشانی ہے۔ بلکہ اپنے مرشد سے عین متابعت وعین موافقت ہے۔ جیسے کہ آپ

---

(۱) اس شراب سے مراد عشق الٰہی کی لذت وحلاوت ہے نہ کہ دنیا کی شراب۔ (مترجم)

اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کیساتھ'' کے مرشد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی اپنے اجتھاد سے وحدت الوجود'' کے مشرب سے اختلاف کیا ہے کیونکہ آپ کے مرشد'' وحدت الوجود'' مشرب کے قائل تھے اور خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی رائے واجتھاد سے'' وحدت الشھود '' کے قائل ہیں اسی طرح سے حضرت خواجہ بنوری قدس سرہ کا لطائف وجود اور شھود کے مشرب میں اپنے مرشد سے اختلاف بھی اسی نوع کا ہے۔

اسلئے اس جگہ بھی اجتھاد کی حالت میں نہ ادب کا ترک ہے اور نہ ہی پیروی ومتابعت کی مخالفت ہے بلکہ حقیقت میں متابعت کے عین ادب وعین موافقت میں ہیں۔ اس تفصیل کے باوجود بھی اگر کسی شخص کو سمجھ نہ آئے تو پھر خود جانے اور اسی کی مرضی جیسے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

بیت

تو چہ دانی زبان مرغاں را
چوں نہ دیدی دم سلیمان را

یعنی تو پرندوں کی بولی کیسے سمجھے گا جب تو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہی نہیں۔

اگلے مشائخ نے اپنی اپنی تصانیف میں مذکورہ بالی باتوں کے متعلق تفصیل لکھی ہے۔ اور انہوں مذھب وملت کی تحقیق واجتھاد کے حق میں یہ مثال دی ہے کہ جس طرح نابینا شخص کیلئے عصا (لاٹھی) کے بغیر چلنا مشکل ہے مگر جس وقت اسکی آنکھیں علاج کے بعد دیکھنے کے لائق ہوتی ہیں تو پھر اسے عصا لینے کی حاجت نہیں رہتی۔ جب تک مقصد کی بات کی حقیقت کو نہ پہچانا ہو ہاں جب علم کی حقیقت وکمالیت کے حال ودرجے تک پہنچتا ہے اور اسے نابینائی کے مرض سے نجات ملتی ہے اور بینا آنکھ نصیب ہوتی ہے جہالت کی تاریخی سے نکل کر نور کی روشنی سے مشرف ہوا اور اسی علم سے حق کی معرفت وپہچان نصیب ہوئی تو پھر اس صورت میں یہ شخص اپنی رائے والہام میں اختیار والا ہے

اس مرتبے اور درجے تک پہنچنے کے بعد بھی مزہب کے دائرے کو نہیں چھوڑے گا۔

ترکِ مزہب کے متعلق خواجہ احمد بن یحیٰی منیری قدس سرہ نے کتنے نہ عمدہ وسہل انداز میں سمجھایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مادر زاد اندھا جس کیلئے عصا پر چلنے کے سواء اور کوئی چارہ نہیں ہے لیکن اگر یہ لاٹھی کو چھوڑ کر از خود اپنے خیال سے چلے گا تو پھر یہ یقیناً اپنے آپ کو ہلاکت وبربادی میں ڈالے گا مذہب کو چھوڑنے والے کی بھی یہی مثال ہے جیسے ایک بزرگ نے فرمایا:

بیت

کور مادر کہ تواند رفت راست
بے عصا کش کور را رفتن خطا است

یعنی: مادرزاد اندھا سید ھا راستہ کیسے لے چلے گا نابینے کو بغیر عصا چلنا اس کی اپنی غلطی ہے۔

اس طرح سے مذہب کے مقلدوں ومبتدیوں یا درمیانی درجے کے مریدوں وطالبوں پر لازم ہے کہ اپنے مرشد کے مذہب ومشرب سے باہر نہ نکلیں۔

شاید ہلاکت کے گُن میں گر کر اپنے کو غرق کر نہ چھوڑیں۔

اس سلسلے میں مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی علیہ الرحمہ نے اہل بصیرت محققین کے حق میں اس راز کی تشریح وتحقیق اچھے انداز میں فرمائی ہے جیسا کہ اپنے مرشد کی ملفوظات لکھتا ہے مِنْهَا مَنْ وَصَلَ اِلیٰ قَلْبِهٖ فَهُوَ مُجْتَهِدٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ التَّقْلِيْدُ یعنی: جو شخص قلبی بصیرت کو پہنچا تو پھر اس پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے بلکہ وہ خود مجتہد ہے۔

''مَا دُوْنَهَا الْمُجْتَهِدُوْنَ بِلَالَاءِ وَالظُّنُوْنِ''

یعنی: دوسرے مجتہدوں کی بھی اپنے خیالات وآراء ہیں

''وَخِلَافُهٗ مَعَ الْمُرْشِدِ عِنْدَالْاِرْشَادِ فِيْ بَعْضِ الْجُزْئِيَاتِ لَيْسَ بِخِلَافٍ بَلْ هُوَالْمَقْصُوْدُ بِاالْمُرْشِدِلْلِاِرْشَادِ''

(یعنی محقق مرید کا اپنے مرشد سے کچھ تھوڑی باتوں میں اسکے ساتھ اختلاف کرنا وہ فی الحقیقت مرشد سے مخالفت نہیں ہے بلکہ اسکا یہ فعل مرشد کی ہدایت وفیض سے موافق واز مقصود ہے)

اسی طرح حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ ذکر جہر میں اپنے مرشد امیر کلال قدس سرہ کے مسلک ومشرب کے خلاف گئے ہیں اس لئے کہ ان کے مرشد کے ہاں ذکر جہر ہے۔ پس جو سالک اپنے مرشد کی تقلید میں رہا اور اجتہاد کے رتبے کو نہیں پہنچا ہے تو پھر ایسے مرید کا بار اس کے مرشد مجتہد پر ہے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے کسی شخص کا بیٹا بیمار ہے پس اسکی دوا، درمان کا بار اُس کے باپ پر ہوتا ہے۔

اب اصل مقصد پر آتے ہیں۔ ان چھوں لطائف کے شغل کی ترتیب کی راہ اس طرح ہے

پہلے لطیفۂ نفسی (جس کے وقوع کی جگہ معلوم ہے کہ وہ ناف سے دوانچ تلے ہے) میں سانس کو پوری توجہ وخیال کیساتھ بند کر کے یا روک کر ''اللہ'' کے اسم کو اس میں بار بار تکرار کرتا ہے یا دہراتا جائے اور جب دیکھے کہ سانس کو روکنے سے اندر میں گھٹن وتکلیف پیدا ہوتی ہے تو پھر ناک کی دائیں طرف چھوٹی شاہد انگشت رکھکر ناک کی بائیں طرف کی نالش (۱) یا چھوٹی سے آہستہ آہستہ سانس کو خارج کرے یا چھوڑے اس کے بعد لطیفۂ قلبی میں بھی مندرجہ بالی ترتیب اور اُسی راہ سے اس اسم ''اللہ'' کا تکرار کرے اس کے بعد پھر اسی اسم ''اللہ'' کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ لطیفہ روحی لطیفہ سری لطیفہ خفی لطیفہ اخفی دہراتا رہے یہ سارے لطائف قلب کی طرح ذکر کی جگہیں ہیں یہ لطائف سالکین وطالبین کو طریقت کی راہ میں ولایتوں کے مقامات میں عروج پر پہنچانے کے ذریعے ہیں اس لئے سالک کو چاہئے کہ مراقبے کی

(۱) یہ دونوں ناک کے سوراخ واِنی خالیں ہیں۔

حالت میں قوی ہمت و بردباری کیساتھ اپنے آپ کو سب ظاہری خواہ باطنی حواسات سے روکے۔لطائف کے ورد شروع کرتے وقت اپنی (دم) سانس کو اچھی طرح روکے۔مراقبے کی حالت میں اسم ''اللہ'' کو کم از کم تین بار تکرار کر کے دہرایا جائے اور اگر سانس کو روکنے یا بند کرنے سے اندر میں گھٹن یا تکلیف ہو تو اس کے لئے اوپر بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنا چاہئے۔جب اسم ''اللہ'' کا تکرار سارے لطائف پر تین تین بار ہو جائے تو پھر اسم ''اللہ'' کو لطیفہ خفی سے کھینچ کر لطیفہ اخفی پر لا کر کے پانچ بار تکرار کیا جائے اگر اسم ''اللہ'' کا تکرار دوسرے لطیفوں میں پانچ پانچ بار ہو تو پھر لطیفہ اخفی میں سات بار تکرار کرنا چاہئے۔مطلب کہ جیسے دوسرے لطائف میں ''اللہ'' کے نام کے تکرار کو طاق حالت میں سانس کو روکے رکھنا یا بند کرنا شرط ہے اور نشت و برخاست کی حالت میں یہ شرط نہیں ہے محض دل کے خیال سے چھبوں لطائف میں اسم ''اللہ'' کا تکرار کیا جائے اس کے علاوہ رات کو سوتے وقت بھی بستر پر نیند کرنے سے قبل سبھی لطائف پر اسم ''اللہ'' کا تکرار ایسی پابندی سے کیا جائے۔جیسے قرآن شریف کا ورد روزانہ بلا ناغہ کیا جاتا ہے(۱) اسی طرح سے نیند سے بیدار ہوتے وقت (بستر سے اٹھنے سے پہلے) بھی سارے لطائف جسم میں قلب (دل) کی طرح جنبش وحرکت میں آ جائیں بلکہ قلب کی حرکت سے بھی زیادہ جنبش وحرکت پیدا ہو جس طرح پرندہ ہوا میں تیزی سے اڑتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لطائف باطن کے علم کو حاصل کرنے میں تیز حروف کی مانند ہیں جیسے الف با (اب) کے تیس حروف ہیں۔ویسے یہ لطائف بھی باطن کیلئے ایسے ہی ہیں جب سالک کو ان لطائف کے ذکر کی پختگی نصیب ہوگی تو پھر کچھ سالکین کو تو ذکر کرتے وقت لطیفوں کے عروج وجزبے شروع ہو جاتے ہیں۔اور اُسی وقت پر ربوبیت والوہیت کیساتھ دائمی تعلق ہونے کی وجہ سے ان لطائف کی جگہ پر یا ان کے گرد صفاتی خواہ ذاتی تجلیات کا سورج لامع وروشن ہوتا ہے۔اس روشنی والے سے مختلف رنگ پیدا ہو کر دیکھنے میں آئیں گے اور اس وقت سالک کو بے انتہا شوق و بیقراری بڑھ جاتی ہے اور اس جگہ پر سالک کو جذب وموہبت کا حال بھی نصیب ہوتا ہے بلکہ بعض ایسے بھی خوش نصیب طالب ہیں جن کی طبیعت کی استعداد قوی ہے اور جو کہ بڑی ہمت ونصیب کامل کے مالک ہیں انکو (ایسوں کو) لطائف کی کلی خواہ جزوی کمالیتیں اصلی ہوں خواہ ظلی اور نیز ان کمالیتوں کے مشرب اور نیز اولوالعزم نقشبندیوں کی کمالیتیں ان لطائف کے شغل پکانے کے دوراں حاصل ہوتی ہیں پس گویہ کمالیتیں افعالی ہوں خواہ صفاتی خواہ ذاتی ہوں۔ان کے علاوہ نقشبندی کے دوسرے شغل جو کہ سلوک میں ہیں وہ سب ان سالکین کو اِسی شغل کو کرتے وقت نصیب ہوتے ہیں۔

بیت

داد حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد حق است

(۱) اس زمانے میں لوگ قرآن شریف کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں روحانی انعامات حاصل ہوتے تھے (مترجم)

یعنی: حق تعالیٰ کے انعام واکرام ملنے کیلئے قابلیت کی شرط نہیں ہے بلکہ شرط ہے اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے حصول کیلئے خود کو قابل بنانا کتنے طالب جو کہ طبیعت کے غبی اور بے ہمت ہیں، جن بیچاروں کی ساری زندگی، ایک لطیفے کے پکانے میں صرف ہوجاتی ہے تب بھی اس ایک لطیفے کا ذکر کما حقہ اُسے حاصل نہیں ہوتا ایسے غبی طالبوں اور بے ہمتوں کیلئے کسی بزرگ نے فرمایا۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق مست ہے۔ مرد خسیس ہمت در عاشقاں نگنجد کتنے طالب جو کہ درمیانہ قسم کے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ سلوک کی راہ میں صرف کیا ہے، وہ بھی کافی محنت وکوشش سے ان لطائف کو پکا کر ان میں کمالیت حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ جب تک سارے لطائف کا ذکر اس کے وجود میں جاری نہیں ہوتا ہے یا ان میں عروج حاصل نہیں ہوا ہو۔ تب تک دوسرے شغل میں مشغول نہ ہو۔ بلکہ اپنی ساری محنت وہمت کیساتھ مسلسل اسی شغل کے پکانے میں مصروف رہے۔

اگر سب لطیفوں کے ذکر کا دروازہ بہت سی محنت کے علاوہ بلا فکر کے خود ہی کھل پڑے تو پھر اپنے مرشد کی اجازت سے ذکر ''سلطان الاذکار'' میں مشغول ہووے۔

شغل پنجم

سلطان الاذکار ''اللہ''

اس شغل کی ترتیب اس طرح ہے کہ اسم ''اللہ'' کو اپنے خیال سے لطیفۂ نفسی سے کمان کی طرح کھینچ کر لطیفۂ سری اور لطیفۂ خفی سے گذار کر لطیفۂ اخفیٰ کی طرف لایا جائے وہاں سے پھر اسی اسم پاک ''اللہ'' کو پانی سے پُر گھڑے کی طرح اپنے وجود وجسم پر انڈیل دے۔ اس ذکر کی مشغولی اور تکرار کافی مدّت تک کرنا چاہئے یوں یہ ذکر سارے بدن کے بال بال سے جاری ہووے اس ذکر کے ظاہر ہونے کی نیشانی اس طرح ہے کہ سالک کو جو بھی موجودات دیکھنے میں آئے انسان، ''حیوان'' جبل برگ وشمر وغیرہ ان سب سے سالک کو اسم ''اللہ'' کا ذکر سننے میں آتا رہے گا۔

اُسی وقت پر ان موجودات کی جنبس سالک کو بلاشک دیکھنے میں آئے گی۔ بلکہ شغل حاصل ہونے کے ساتھ سالک کا اپنا وجود بھی ذکر کی لذّت اور ذوق کے غلبے اور لطائف کے حاصل ہونے کے سبب محو ہوجائے گا۔ ذکر کے حاصل ہونے سے جذبے میں عروج حاصل ہوتا ہے۔ مطلب کہ جس شخص کو اس شغل کا ذکر نصیب نہیں ہوتا ہے اسے اس شغل کی لذت وچاشنی کی کیا خبر'' مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ ''یعنی جس نے چکھا نہیں اس کو لذت کی کیا خبر۔ مطلب کہ جب سالک کے وجود میں یہ ذکر جاری ہوا تو پھر یقیناً اس شخص نے سلطان الاذکر کا حق ادا کر کے اس شغل کو حاصل کرلیا۔

اس شغل کے حاصل ہونے کے بعد اپنے مرشد کے امر سے شغل ''نفی واثبات'' میں مشغول ہونا چاہئے۔

شغل ششم

نفی واثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اس شغل کی ترکیب اس طرح ہے کہ دم یعنی سانس کو لطیفہ نفسی میں بند کر کے اور سب ظاہری حواسوں اور باطنی خطرات ووساوس سے اپنے ذہن کو خالی کر کے پورے خیال اور توجہ سے حرف "لا" کو لطیفہ نفسی سے کھینچ کر دماغ کے اوپر لایا جائے اور "الا" کو دماغ سے کھینچ کر دائیں کندھے پر لایا جائے اور "اِلَّا اللّٰہ" کو دائیں کندھے سے کھینچ کر لطیفہ روحی اور لطیفہ سری سے گذار کر "اللّٰہ" کی "ہا" کو قلب پر زور سے ضرب لگائی جائے یہ ذکر ایک ہی سانس میں ایک بار یا تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا نو بار یا گیارہ بار کرنا چاہئے۔ یعنی جتنا بھی کر سکے لیکن ایک ہی پر پورا کرے۔ اگر اس ذکر کو مزید بڑھا سکے تو ایک سانس میں اسکی آخری حد اکیس مرتبہ ہے۔ سانس روکنے کے سبب جب تکلیف محسوس کرے تو پھر طاق پر سانس خارج کرے اور خیال میں محمد رسول اللہ کہہ کر کلمہ پورا کرے اس کلمہ شریف کی زکوٰۃ پوری ہونے کے بعد طالب کو چاہئے کہ اسی ذکر کے وقت معنیٰ کا خیال رکھے اور "لَا اِلٰہ" کے معنیٰ میں تصور وفکر کرے اور سوچے کہ کسی بھی چیز کا وجود نہیں ہے اور "اِلَّا اللّٰہ" کے (خیال میں زبان سے نہ) کہنے کے وقت یہ سوچے کہ مگر اللہ تعالیٰ کا وجود ہے جو واحد ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے "محمد رسول اللّٰہ" (زبان سے نہیں لیکن خیال میں) کہتے وقت یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہو برحق رسول ہے اس ذکر کو اسی ترتیب سے پورا کر کے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے اِلٰہِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ یعنی اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور مجھے تیری ہی رضا مطلوب ہے طالب کو چاہئے کہ نفی واثبات کے اس ذکر کے معنیٰ کو اچھی طرح سے سمجھ بوجھ کر اور جو "نفی" ہے اسے منفی کر کے جانے اور جو اثبات ہے اسے مثبت کر کے جانے اور اپنے اندر بھی نفی واثبات کو صحیح معنیٰ میں پیدا کرے۔

اگر طالب اس شغل کو اچھی طرح سے پکا کر حاصل نہ کر سکا تو پھر دوسرے شغلوں کی حقیقتوں اور معناؤں کو بھی سمجھ نہ سکے گا اس لئے کہ یہ شغل یعنی نفی واثبات کا ذکر دوسرے سارے اذکار کے شغلوں کا منتہٰی اور خاتمہ ہے اس کے علاوہ اس شغل کے ذکر سے جذبے کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور پسندیدگی کی نشانی ہے۔

بیت

اگر از جانب معشوق نباشد کشش
کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

یعنی: اگر معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوگی تو بیچارے عاشق کی کوشش کارگر نہیں ہوگی۔

بیت

گاہ برے ماندہ در صحرا نپرد برسما

تا نہ تجذ پیش کند یک جذبہ از کہربا

ترجمہ: جنگل میں پڑاہوا تنکا، پتہ زمیں سے اوپر اُڑ نہیں سکتا جب تک کہ تیز ہوا اسے ایک جھونکے سے اوپر نہ اڑائے

اس جگہ پر پہنچنے کے بعد طالب اپنی موہوم ہستی سے چھٹکارہ حاصل کرتا ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کے مقامات کے عروج سے مکرّم ومشرّف ہوتا ہے۔اس شغل کے حاصل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اگر طالب کا نصیب مددگار رہا اور ہوا تو اس ذکر کو ایک ہی دم (سانس) میں اکیس بار تکرار و ورد کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

ہاں اگر جذبہ پیدا نہ ہوا تو پھر جانے کہ شغل کا ذکر ابھی جاری نہیں ہوا ہے۔پس اسے چاہئے کہ عشق کے میدان میں اپنے قدم فریفتگی سے اٹھائے اور اپنی ناکامی کو عین کامیابی اور مراد جانے اور ہمت نہ ہارے۔اگر سانس (دم) کو بند کر کے اکیس بار پر ذکر پورا کیا ہو، تو پھر سانس کو کھولے اور دوسرے اور دس بڑھائے جائیں کہ یوں اکتیس بار ہوں

بیت (سندھی)

ڈو تھیَن چئیس ڈور، کیچ پرا ہوں پندھ تھیو
پاناں پئے پور، وکھ و دھائیں و تری

طالب کو چاہئے کہ جب تک اندر میں جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے تب تک رات دن اس شغل کے ذکر میں مشغول رہے۔اور اپنی بدنصیبی پر افسوس وارمان کرے اور مذکور شغل کے ذکر کو کسی طرح بھی نہ چھوڑے اور ایسا سمجھے کہ اسکی مراد اور مقصد کا شغل یہ ہی ہے اور نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسانات واکرامات کے دروازوں کا بھانپنا بھی اس شغل کے ذکر میں کامیابی حاصل کرنے پر موقوف ہے اور اگر رحمت کے دروازے کھول کردے تو پھر اس جیسی کوئی نعمت نہیں ہے، اور اگر نہ کھولے تو پس افسوس صد افسوس ہے۔طالب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب تک اپنے اندر سے موہوم ہستی اور وجود کو نہیں گنوائے گا اور دوسرے خطرات، خیالات، وساوس اور ماسوئی کے نکالنے اور بھگانے کی کوشش نہیں کرے گا۔تب تک کسی بھی حالات میں جذبہ پیدا نہیں ہوگا اس لئے کہ اس موہوم ہستی کی بنیاد وعمارت کی ابتدا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی۔جس وجہ سے ان وساوس اور خطرات کے پیدا ہونے کا سلسلہ آج تک آپ کی اولاد میں چلا آرہا ہے۔ان وسوسوں اور خطروں کے درخت کی بڑ اتنی تو سخت اور مضبوط ہوگئی ہے کہ اسکی جڑیں زمین کے اندر تحت الثریٰ سے نیچے گذر گئی ہیں اور اسکی ٹہنیاں اور پتے بھی آسماں کی بلندی سے اوپر چڑھ گئی ہیں۔پس اپنی ہستی کے شجر کی جڑیں توڑ کر باہر نہیں پھینکے گا تب تک اذکار کی حقیقت اور کمالیتوں کی منازل اور تجلیات کا مشاہدہ نہیں دیکھے گا۔

بیت

تا بجاروب لا نروبے راہ

کے رسی دوسرائی "الا اللہ"

یعنی جب تک لا کے جھاڑو سے غیر کی راہ صاف نہیں کرے گا تب تک الا اللہ کی حویلی میں کیسے پہنچے گا۔

طالب کو چاہئے کہ اس شغل کے حاصل کرنے میں اپنے ہاتھوں کو کوتاہ اور ست نہ کرے بلکہ خود کو طلب اور شوق کے اندر آگے بڑھائے ایسے شغل کا مشرب حاصل ہووے۔

بیت

دست طلب ندارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جان زتن بر آید

یعنی تب تک طلب نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے اپنی مراد حاصل نہ ہو یا کہ میرا جسم محبوب کے ہاں پہنچے یا جسم سے جان جدا ہووے

بیت

جان بجانان دہ و اگر نہ از تو بستا ندا جل

تو خود منصف باش حافظ ایں نکو یا آں نکو

یعنی تو اپنی جان محبوب کے سپرد کر نہیں تو اجل از خود تیری سانس قبض کرے گا۔ اے حافظ تو خود ہی منصف بن کہ محبوب کو اپنے آپ پیش ہونا بہتر یا بذریعہ اجل۔ رنا بہتر اے طالب صادق! تک تیرے وجود میں طلب کی آتش کا شعلہ بھڑک کر نہیں جلا ہے اور تیری موہوم ہستی کے کہ وخار عشق کی آگ میں جل کر راکھ نہیں ہوئے ہیں تب تک خودی والی ہستی سے چھٹکارہ نہیں ملے گا۔

آتش عشق در دروں افروز

خارو خاشاک ہستی ہمہ سوز

یعنی اندر میں عشق کی آگ جلا، ہستی کے سارے خار و خاشاک (۱) کو جلا دے۔ جب تو اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے گا تو پھر تجھے اللہ تعالیٰ کے جذب والے انعامات سے جذبہ عنایت ہوگا اور دیگر ہمہ شغل بھی آسان ہو جائیں گے۔

اے محبین راہ طریقت و برادران! تم یہ بات یاد رکھو کہ طریقت کے سارے مشائخ، طریقت میں کامل و مکمل ہونے کے بعد اس شغل یعنی نفسی و اثبات کا ورد روزانہ صبح و شام کرتے ہیں۔ اور نیز اس فقیر کے مرشد حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس آخری عمر میں اس شغل کا ورد فجر کی نماز کے بعد اپنے رخ زیبا پر کپڑا اوڑھ کر گھٹنوں پر سر رکھ کر مراقبہ میں بیٹھ کر اشراق تک کرتے تھے اور نیز اگلے خواہ پچھلے بزرگوں کی یہ روشن ہوتی تھی۔ اس شغل میں بیشمار فوائد ہیں جیسا کہ مراقبہ میں بیٹھنے سے نفس امارہ مکمل طرح سے مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اور تکبر و بڑائی سے

(۱) کانٹے اور تنکے۔

باز رہتا ہے

اس ذکر پر کافی مدت ہمیشگی کرنے کے سبب یہ جسم جو کہ غلیظ و کثیف ہے اسکا کارب بھی قلب جیسا روشن، پاک اور صاف ہوتا ہے اور طالبین کو نامرادوں، حیرانگیوں پریشانیوں اور کھٹکوں سے نجات و چھٹکارہ ملتا ہے اور نیز محبوب حقیقی جل شانہ کے عشق کی شمعوں سے اسکے نور کا پرتو طالبوں کے قلب کو منور و ملمع کر دے گا۔

طالب کو چاہئے کہ اس شغل کی طلب میں اپنی ہمت پہلے سے بھی دس بٹا زیادہ کرے یوں اُسے ترقی و عروج حاصل ہووے اسکی طلب کا شہباز، اپنے مقصد و مطلوب کے شکار کو حاصل کرنے کے لئے اڑ کر قبضہ میں لائے اور اس وقت جو شغل سامنے آئے گا اسکو بہت جلد پکڑ کر قابو و تنگ کرے گا اور نیز جمہور مشائخ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم نے ولایت (۱) کیلئے اس شغل (یعنی نفی واثبات) پر سارے اشغال واذکار کی انتہی ہے۔ یہاں شغلوں والے چھ اذکار پورے ہوئے اب حضور و فکر بیان کرتے ہیں۔

حضور اوّل

فَنَاءٌ فِی الْاَفْعَالْ

اس حضور کو حجر و مدر کہتے ہیں حجر کا معنی ہے پتھر اور مدر کا معنی ہے ڈھیلا ٹھیکری یہ دونوں چیزیں جمادی یعنی بے حس ہیں جنہیں چلنے پھرنے میں اپنا کوئی اختیار نہیں ہے اسی طرح سے بندے (انسان) کو بھی اپنے کاموں پر کوئی بھی اختیار یا بس نہیں ہے۔

یاد رہے کہ طریقت کے مشائخ اپنے مریدوں کو شغلوں کے بعد حضور میں فنا کراتے ہیں۔ پہلے اسے فناءِ افعالی کے حضور سے مشرف کرتے ہیں۔

اس حضور کے فکر کرنے کی ترکیب اس طرح ہے کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے وجود کو جمادی چیزوں پتھر اور ڈھیلے کی طرح خود کو بھی بے حس و بے بس جانے۔ اس لئے کہ انہیں اپنے آپ از خود ایک جگہ سے دوسرے مقام چلنے پھرنے کا کوئی اختیار یا طاقت نہیں ہے اور یہ ایک ہی جگہ جہاں چھوڑا جائے وہیں پڑے رہتے ہیں۔

انسان کا قلب جو کہ فکریات کا گھر ہے اس میں اپنے آپ کو مکمل توجہ و خوض سے بے حس و بے بس ہونے کا تصور کرے اور اپنے سارے خیالات، خطرات اور وساوس کو اس حضور میں اس قدر محو و معطّل کر دے کہ خود کو ہر کام میں مسلوب الفعل جانے۔

پس اس سے جو بھی کام صادر ہوں جیسا کہ چلنا، پھرنا، دینا، لینا، جوڑنا، چھیننا، کھانا، پینا، اٹھنا۔ بیٹھنا، اور سونا وغیرہم ان کاموں کے علاوہ اور بھی جو کام بندے (سالک) کے وجود سے ظاہر ہوں ان سب افعال کی نسبت فاعل حقیقی جل شانہ کی طرف منسوب کرے اور ان کاموں کو اپنی طرف نسبت نہ کرے اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی اللہ ہی

---

(۱) ولایت تین قسم پر ہے ۱ ولایت صغریٰ ۲ ولایت وسطیٰ ۳ ولایت کبریٰ (از مترجم)

ہے۔جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کاموں کو بھی جو تم کرتے ہو اس فکر کرنے سے سارے کاموں کی نسبت فاعل حقیقی کی طرف راجع ہوتی ہے اور سالک کے وجود سے بھی بار اتر کر نجات ملتی ہے اور جو نسبت ''میں'' اور میں کی تھی وہ اس سے نکل جاتی ہے اور افعال کی نسبت کی امانت وہ حقیقی امانت دھندہ کی جانب جاملتی ہے اس سلسلہ میں کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے اجزائے وجود مہ ہمگی دوست گرفت ۔ نامی ست زمن برمن باقی ہمہ اوست یعنی میرے وجود کے سارے اجزا دوست نے لئے (دوست کے اختیار میں ہے) مجھ پر فقط نام ہے باقی سب کچھ وہی خود ہے۔

پس ای طالب! تو بغیر دیکھ کہ باقی کیا بچا سب کچھ ''وہ'' ہے باقی سارا کچھ ''فناء الفناء'' ہوا در میان سے من و ما کا بہانہ گیا اور خود فاعل ومفعول ہوا یعنی سب کاموں کا کرنے والا بھی خود اور کردہ کام بھی خود اس وقت سالک دوسرے سارے کلام و باتوں سے خاموش ہو کر اس طرح گنگناتا رہے گا۔

من نیستم ایں فعل قدرت تست

یعنی میں کچھ بھی نہیں میں تیری قدرت کا کرشمہ ہوں (یعنی فعل)

ایسے فکر کے بعد اس جگہ پہ شرک سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے جو کہ عظیم گناہ ہے اور عبادات کے غیر مقبولیت کا باعث ہوتا ہے۔ حق سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر شرک کے متعلق تنبیہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہارے گناہ بخشوں گا مگر شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔

جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا اور گناہ بخش دے گا۔

اس شغل کو تب تک نہ چھوڑے جب تک کہ اس حضور کی حقیقت اپنے وجود میں کما حقہ ظاہر نہیں ہوئی ہے اسی لئے سچے مخلص طالب کو چاہئے کہ اس حضور کے شغل میں بڑی ہمت سے مشغول رہے جوں اس حضور کا اثر اس پر ظاہر ہو اور اپنے کو سارے افعال سے مسلوب جانے ۔ افعال کی نسبت حقیقی فاعل جل شانہ کی جانب کرے اور سب کچھ اس سے کر کے جانے جب اس حضور کا شغل اس کے وجود میں ظاہر ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکریہ بجالائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول رہے اور اس سے محبت ورغبت زیادہ رکھے۔

حضور دوم

فناء فی الصفات

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں فنا ہونا

اس حضور کا شغل فناء افعال کے شغل سے ترقی کا پہلا والا یا بلندی والا قدم ہے اس کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا ہونا۔ یہ صفات سات ہیں۔

جو کہ اس طرح ہیں سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) کلیم (بولنے والا) علیمہ (جاننے والا) قدیر (قدرت رکھنے والا) مرید (ارادہ رکھنے والا) حی (زندہ)۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم صفات ہیں اور یہ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات عین اس وجہ سے نہیں کہا جاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتی نام ہیں اور انکی ڈالیاں وشاخیں جو کہ فروعی ہیں اور اس عالم خلق میں پھیلی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات فروعی صفات کی ٹہنیوں اور شاخوں سے ہر طرح پاک ومنزہ ہے۔ "غیر ذات" اس لئے نہیں کہا سکتا کہ اللہ تعالیٰ قائم بالذات اور قدیم ہے ویسے ہی صفات بھی اس کے ساتھ قائم وقدیم ہیں۔

اے میرے دوست! یہ صفات اللہ تعالیٰ کی "مترادف" ہیں یعنی ہر گھڑی ہمیشہ ساتھ ہیں اور جدا نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ اس وقت دیکھنا بولنا جاننا قدرت رکھنا ارادہ رکھنا اور ہمیشہ سے ہمیشہ زندہ والی صفتیں بھی ایک ہی وقت اس کے ساتھ قائم ہیں اور جدا نہیں ہے بخلاف بندوں اور انسانوں کے جن کے اندر ایسا نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی ایک فروعی صفت ہوگی تو دوسری صفت اندر میں نہیں ہوگی۔

سالک کو چاہئے کہ اپنے وجود میں ان صفات کے تصور وفکر کرنے میں مشغول رہے۔ مشغولیت کا طریقہ اس طرح ہے کہ ان صفتوں کو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی امانتیں کر کے جانے جو کہ اسکے وجود میں امانت طور ملی ہوئی ہیں۔ پس ان صفات کو بھی اپنے موہوم وجود سے مسلوب سمجھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات صفات میں سپرد کرے (یعنی ان صفتوں میں سے جو صفت طالب اپنے اندر پائے یا محسوس کرے تو اسکو یوں جانے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے جو اسے امانت کے طور پہ ملی ہوئی تھی)

طالب کو یہ بھی چاہئے کہ اس حضور میں زیادہ فکر کرے کہ اپنے قلب پر اس حضور کا غلبہ بڑھے اور نیز ان صفات میں سے کسی بھی صفت کا اثر وحقیقت کا جلوہ ظاہر ہو اور اسکی فروعی صفات والی ہیت وشکل اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات اصل والی یا قدیم صفات میں جذب ہو جائیں پس اگر ان صفات میں سے کسی ایک صفت کی فنائیت حاصل ہووے تو پس دوسری صفتوں کی فنائیت خود ہی ان کے ضمن وآغوش میں آجائے گی اور امانت والی فروعی بالذات والی صفات میں محو ومنعدم ہو جائیں گی اس وقت طالب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقی صفتیں ظاہر ہونگی اور اس کا موہوم وجود سب کا سب گم ومعدوم ہو جائے گا۔ اور نیز عبدیت والی صفت زائل ہو جائے گی اور اپنے رب جلیل کی جانب سے ربوبیت کی نسبت پائے گا۔

اے سالک! تو فکر کر کے دیکھ کہ جب طالب کے سارے افعال وکام فناء افعالی میں فناء ہو گئے اور امانت والی صفتیں همه فناء فی الصفات میں جذب ہو کر فنا ہو گئیں تو پھر طالب کے پاس باقی کیا بچا۔ اس لئے کہ خود اور اسکے همه اسباب لٹ کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات

میں جاملے اس مقام پر پہنچنے کے بعد سالک مسلوب الفعل اور مسلوب الصفات ہے۔اس وقت اسکے کام وصفات جوکہ اس سے ظاہر ہوتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے کام اور صفتیں ہیں۔

مطلب کہ طالب کے پاس جو صفتیں بطور امانت سپرد ہیں وہ جمیع امانت کے حقیقی مالک کو صحیح وسالم پہنچ گئیں۔

بیت

خود سمیع وخود بصیر وخود علیم　　خود مرید وحی وقادر وخود کلیم

یعنی: خود سننے والا خود دیکھنے والا اور خود جاننے والا ہے خود ارادہ فرمانے والا خود زندہ خود قادر اور خود کلام کرنے والا ہے جب سالک ایسے حال والا ہوتا ہے تو پھر وہ اس وقت حق سبحانہ سے خود بولنے والا دیکھنے والا سننے والا اور جاننے والا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دوسرے افعال جوکہ اسکے وجود سے ظاہر ہوتے ہیں وہ سارے اللہ تبارک وتعالیٰ سے خیال کرے نہ کہ اپنی طرف سے۔

اس باب میں صاحب مثنوی (مولانہ رومی) فرماتے ہیں

چوں زخود رستی ہمہ حق گشتہ　　رفت ظلمت نور مطلق گشتہ

وز مقام وھم باشداو وتو　　چوں نہ باشی تو نباشد غیرا و

یعنی (۱) تو جب خودی سے آزاد ہوا تو کل حق ہوا اندھیرا گیا مطلق نور ہوا۔

(۲) وھم کے مطلق کی وجہ سے "تو اور" "وہ" ہے اگر تو نہ رہے تو پھر اسکا غیر بھی نہیں رہے گا۔

اس حال (مقام) پر پہنچنے کے بعد سالک کثرت سے جدا ہوکر ذات احد سے پیوند ہوتا ہے اور اسکی صفتیں ذات حق سے ملحق ہوتی ہیں۔

حضور سوم

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

یعنی! وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو

سالک کو چاہئے کہ اس شغل کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے معنیٰ میں دل لگا کر فکر کرے اور جب اس میں ایسے یقین کی فکر پیدا ہوئی اور دل سے جان لیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر مقام وہر جگہ اسکے ساتھ ہے تو پھر ایسا مشاہدہ از خود حاصل ہوجائے گا۔

بیت

بخور تور طل چند ازجام لطفش　　بزن دستیکہ چوں معشوق باماستی

یعنی تو اس کے لطف و مہربانی کے پیالہ سے پیجئے، پس تو خوشی سے تالیاں بجاء کہ محبوب اپنے ساتھ ہے۔

طالب کو چاہئے کہ بڑی کوشش و محنت سے اس حضور کا حضور کی فکر کرے یوں اسکا تصور اسکے دل پر پتھر کی طرح نقش ہو جائے اور جب ایسا تصور و مضبوط یقین پیدا ہوا کہ پس یہ صورت حل کیساتھ مٹی ہوئی ہوگی

اور اس وقت سالک ذات پاک سے ایک لحظ بھی غائب و پوشیدہ نہیں رہنا۔ اور نیز ''حُضُوۡرٌ مَعَ اللّٰہِ'' کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے امور و منع کردہ کاموں کے سلسلہ میں اس سے بال برابر یا تل جتنا بھی خلاف چلنا ظاہر نہ ہوگا۔

اس باب میں اس فقیر (مرشدنا خلیفہ محمود قدس سرہ الاقدس) نے حضرت پیر سائیں (پیر محمد راشد رضی اللہ عنہ) کی ذات بابرکت سے یہ نقل سنا تھا، آپ نے فرمایا کہ ایک عورت حضرت شیخ سرّی سقطی قدس سرہ کی مریدن تھی جس پر حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ عاشق ہو گئے۔ ایک دن یہ عورت کسی کام سے حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کے گھر گئی پس شیخ جگہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کو تنہائی کی جگہ پر لے گیا اور تنہائی کا فائدہ لیکر نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے شیخ نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اس وقت اس عورت نے خود کو بے یار و مددگار و بے بس دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ ایک دیکھ رہا ہے شیخ نے کہا کہ کون دیکھ رہا ہے، تب عورت نے جواب دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ شیخ اللہ کا لفظ سنتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور عورت لوٹ کر اپنے گھر گئی جب شیخ جنید بغدادی قدس سرہ ہوش میں آئے اور ہوشیار ہوئے تب طلب کی نیت سے اس عورت کے گھر کی جانب گئے عورت نے کہا کہ اے جنید (قدس سرہ) مجھے خوار و بدنام نہ کر میں شیخ سرّی سقطی (قدس سرہ) کی مرید یا نی ہوں تو اسکے حضور میں جا اور اس سے طلب کی راہ لے۔

ای طالب! تو غور کر کہ جب اس عورت کو اس وقت اس آیت مبارکہ کا حضور و معنیٰ کما حقہ حاصل ہوا تھا تب شیخ کو ایسا جواب دیا جس کا اس پر اثر ہوا جب طالب کے اندر یہ حضور زور و غلبہ لیتا ہے تب اس میں بیخودی سکر، استغراق اور بے خبری کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت اس سے اضافت کی صفت گم و معدوم ہو جاتی ہے۔

جائیکہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

یعنی: جس جگہ پر بادشاہ کا خیمہ لگا ہوگا اس جگہ پر عوام کا شور و غوغا نہ ہوگا۔

حضور چہارم

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی

یعنی: کیا اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے

اس آیت مبارکہ کا مطلب ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ اپنے باطن میں فکر کر کے یقین سے جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں بھی اسے بے کیف و بے جہت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر اس کو دیکھنے کا تصور دل میں نہیں آتا تو پھر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

بیت

ہر سوئے کہ روئے کردم آں دلستان بدیدم ہر کجا نظر باکندم اور اعیان دیدم

یعنی: جس طرف منہ کیا تو اسی جگہ محبوب کو دیکھا اور جہاں بھی نظر کی تو اسے ظاہر ظہور دیکھا۔

رباعی

آمد سحر آں دلبر خونین جگراں
گفت ای زتو پر خاطر من بارگراں
شرمت بارا کہ من سبویت نگراں
باشم تو چشم نہی بسوئے دگراں

یعنی: جگر خون کرنے والا یہ محبوب بوقت سحر آیا۔ کہا کہ تیری وجہ سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی ہے تجھے شرم نہیں آتی میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تیری آنکھ اور کہیں دیکھ رہی ہے۔

سالک کو چاہئے کہ اس آیت کے سلوک میں بہت فکر کرے اور اس سے ایک ساعت و پلک جھپکنے جتنا بھی غافل و بے خبر نہ ہو اور اس حضور کے حاصل کرنے کسی طرح بھی سستی و کاہل کو جگہ نہ دے اور رات و دن اسکے حاصل کرنے میں منتظر رہے۔

اے طالب! اس حضور میں دو نکتے ہیں۔

ایک یہ کہ طالب کا اللہ تعالیٰ کو بے کیف و بے جہت دیکھنا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تصور قائم نہیں ہوتا تو پس یقین سے سمجھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

لیکن حقیقت میں ان ہر دو نکات کو با معنی و مطلب سمجھنا و پرکھنا گہرا و عمیق ہے۔ اور یہ دونوں نکتے بھی سارے اعداد یعنی اس کثرت

کے عالم میں جاری ہیں۔ جب اس حضور کی فکر حاصل ہوگئی تو پھر یہ عدد اور کثرت والے عدد یہ سب عدد کے صاحب (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور یہ پہلا نکتہ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں یہ دیکھنے والی فکر کوئی وہم نہیں ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مثل والی چیز بغیر مثال کے کیسے دیکھی جاسکتی ہے اس کے لئے تو مثال کو بے مثال کی طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ بے مثل ہے) اس کو مثال کی صورت میں طالب (بندہ) اپنے اندر انانیت یعنی "اپنا من" یا خودی کو اپنے موہوم وجود ہستی کو "لا" کے تلے لاکر اسے فنا و نابود کردے جب "میں" والی ہستی گم وفنا ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے گا۔ اس سلسلہ میں کسی موحد نے ایک مصدع میں اس طرح کہا ہے۔ "من آں وقت بودمہ کہ آدمہ نبود" (یعنی میں اس وقت تھا جس وقت آدم بھی نہ تھا) عَرَفْتُ رَبِّی بِرَبِّی (یعنی میں نے اللہ عزوجل کو اللہ عزوجل سے پہچانا) یہ پہچاننا یا جاننا تب نصیب ہوگا، جب اپنے آپ سے "میں" والی اضافی نسبت نکال دے گا۔ (حضرت مرشدنا خلیفہ محمود فقیر رضی اللہ عنہ) مصنف کتاب ھٰذا فرماتے ہیں کہ جس وقت میں یہ حضور لکھ رہا تھا تو اس وقت مجھے کوئی بات یاد آئی وجہ سے مجھ پر وحدانیت وجمع الجوامع والی کیفیت وحالت نے غلبہ کیا اور فارسی زبان میں یوں کہہ رہا تھا "خود را بخدا دیدم وخدا را بخدا دیدم" (یعنی میں نے خود کو خدا سے دیکھا اور خدا کو خدا سے دیکھا) پس یہ حقیقت مرشد (پیر سائیں روضی دھنی) رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لفظ تیرے نہیں ہیں۔ یہ کہنا "عَرَفْتُ رَبِّی بِرَبِّی" والی حدیث کا ترجمہ ہے۔

دوسرا جزو (نکتہ) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ایسے حال والا (طالب) پہلے حال والے (طالب) سے دو قدم پیچھے یا نیچے ہے۔ کیونکہ پہلے حال والے کا تعلق استدلال سے ہے۔

جس کا تعلق اور پیوستگی اس وہمی وجود سے ہے۔ جس پر یہ آیت مبارکہ (عالم الغیب والشھادۃ) شاہد ہے جو کہ نص قرآنی ہے۔ جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ غائب وحاضر سب کا جاننے والا ہے۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی یہ ہے کہ آسمان وزمین کوہ وجبل اور جنگل وغیرہ ہم اور انکے علاوہ دوسری جو بھی موجودات کائنات میں نظر آرہی ہے ان سب چیزوں کیلئے جانے کہ یہ ساری صنعتیں ہیں اور یہ حقیقت ظاہر وروشن ہے کہ صنعت صانع کے ہونے کے بغیر از خود وجود میں نہیں آسکتی۔ جب بندے (طالب) صانع (اللہ تعالیٰ) کو صنعت (قدرت سے پیدا کردہ چیزوں) والی چیزوں کی معرفت پہچانا اور یقین ہوا کہ صانع کے بغیر کوئی بھی چیز خود ہی یا از خود وجود میں نہیں آسکتی۔ تو پھر یقین سے جانے گا۔ کہ ان موجودات کی ہمہ اشیاء نیز صانع کی نظر سے غائب و پوشیدہ نہیں ہیں۔ پس بندہ (طالب) دل کے یقین سے اس بات کا قائل واقرار کندہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ مجھے غائب خواہ حاضر میں دیکھ رہا ہے۔

اے طالب ان دلوں اور حجتوں کا سمجھنا صرف پڑھنے وسننے سے تعلق نہیں رکھتا وہ دلائل اور حج امت کے ان کاملین ومکملین اس حدیث کے مضمون کی حقیقت ومعنی کو تحقیق کی راہ سے سمجھ کر طالبوں کیلئے بیان فرمائی ہیں

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ واللہ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ (یعنی جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ احسان کیا

ہے آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسی فکر وخیال سے کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور تو اگر اسے نہیں دیکھ رہا تو پھر یقین رکھ کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے)۔

یہ دلیل نہ عقل سے سمجھنے کی رو سے ہیں اور نہ علم کے بڑھنے وبڑھانے جیسے ہیں بلکہ کشف سے تعلق رکھتے ہیں طالب کو چاہئے کہ اس مقام پر مرکے نہیں بلکہ اپنی استعداد وطلب کے گھوڑے کو ایک ہی چابک اور تازیانے سے ایسا تیز رو دوڑائے کہ خود سے موہوم ہستی کو فناء کر دے گم کردے اور اپنے کو حق سبحانہ وتعالیٰ کے شہور (دیکھنے) سے وصال حاصل کرے۔

حضور پنجم

فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰه

یعنی: پس جدھر بھی منہ پھیرو گے اسی طرف خدا ہے

سالک کو چاہئے کہ اس آیت کے معنیٰ وفکر میں یوں خیال کرے کہ جیسے اسے اپنے وجود سے ہستی وخودی کی آفت سے چھٹکارہ ونجات حاصل ہو یہ کام کوئی آسان کام نہیں اور نہ کہ مسخرہ پن وکھیل تماشہ ہے۔

جو ہر کسی بوالفضول شخص کو یہ حضور نصیب ہو اور نیز نہ ہی بچوں یا چھوکروں اور بوالہوس دنیاداروں خواہ عقیٰ واتوں کا کام ہے کہ اس حضور کو بلا محنت حاصل کرسکیں بلکہ یہاں تو جان وجگر اور سر کی بازی لگانے کی ضرورت ہے۔

بیت

خلق اطفال شد جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ھوا

یعنی: اللہ تعالیٰ کے عشاق کے سواء دوسرے سب بچے ہیں خواہشات وتمناؤں کو ترک کرنے والوں کے علاوہ سب نابالغ ہیں۔

عشق ومحبت کی بازار میں اہل ہوش وعیش پرست دنیاداروں کیلئے کوئی بھی جگہ نہیں ہے، یہاں جان کی بازی اور سر کے سودے کا بیوپار ہے۔ پس جو شخص اپنی جان وسر سے نومید ہو کہ اور اس سے ہاتھ دھو کے خود کو مار دے گا وہی جا کر محبوبوں سے ملے گا اور اس وقت آیت مذکورہ مبارکہ کے معنیٰ کا مطلب آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا اس سلسلے میں بنوالی اپنی مصنفہ کتاب دیوان میں فرماتا ہے۔

بیت

چشم بکشا کہ جلوہ دلدار متجلی است از در و دیوار

یعنی: آنکھ کھول کر دیکھ کر محبوب کا جلوہ در ودیوار سے جلوہ نگر ہے

جب طالب میں اس حضور کی ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر وحدت کثرت میں آجاتی ہے اور کثرت وحدت میں پس سالک کی

موہوم ہستی حق تعالٰی کی ہستی میں محو ولاشئی ہو جاتی ہے اور اسکی ہستی کا کوئی بھی نام ونشان نہیں رہتا اور اسکا نام ونشان حق تعالیٰ کی ہستی سے ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

ایسے حال کو پہنچنے کے بعد سالک ''کون''، ''مکان'' اور ''لامکان'' میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سواء دوسری کسی بھی چیز کو موجود نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے سواء کسی دوسری چیز کو موجود جانتا ہے۔

بیت

غیرتش غیرون جہاں نہ گذاشت   لاجرم جملہ عین اشیاء شد

یعنی: اپنی غیرت نے جہاں میں غیر کو نہیں چھوڑا اس لئے سب چیزیں عین ہوئی۔

پس اس وقت جو اسے دیکھنے اور جاننے میں آ رہا ہے گا وہ سارا حق سبحانہ وتعالیٰ کا جلوہ ہوگا۔ اور اس وقت اندر سے ''یہ''، ''وہ'' والا حرف درمیان سے نکل جائے گا۔

من ازمیان رفتم وخدا ماند

یعنی: درمیان سے ''میں'' کا حرف گیا اور محض خدا رہا۔

حضور ششم

ہر چہ ہست ھمہ اوست

یعنی: جو کچھ ہے سارا وہی ہے

ایں است کمال مرد راہ یقین   در ہر چہ نظر کند خدارا بیند

یعنی: مرد راہ یقین والے کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے اس میں خدا کو دیکھے۔

اس حضور کو سمجھنے و پرکھنے کی حقیقت اس طرح ہے کہ سالک کو چاہئے کہ ہمہ موجودات میں جو کچھ دیکھنے میں آئے اس کل میں جانے کہ واحد کا وجود ہے۔ جب سالک میں ایسی فکر زور وغلبہ لے گی تو پھر سب چیزوں کی حقیقت اس پر از خود کھل جائے گی اور ظاہر ہو جائے گی اور اس وقت جانے گا کہ ''لَا مَوْجُوْدَ فِی الْحَقِیْقَۃِ وَلَا بِالذَّاتِ اِلَّا ھُوَ'' یعنی حقیقت میں خواہ ذات میں اللہ تعالیٰ کے سواء دوسرے کسی کا وجود نہیں ہے۔

بیت

بہ ہر چہ مینگرم صورت تو می بینم   ہر آنچہ در نظرم جملگی تو می آئی

یعنی: ہر طرف جدھر نظر کرتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں جو کچھ میری نظر میں آ رہا ہے وہ سب تو ہی ہے۔

اس بارے میں حسین سمر موحد نے کہا ہے

کسے گوید کہ حق صورت نہ بندد من ایں کہ دیدہ ام ذات مصور

یعنی: کون ہے جو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صورت تصور میں نہیں آتی میں وہ ہوں جس نے مصوّر (صورت بنانے والا) کی ذات کی صورت دیکھی ہے۔

علامہ مغربی اس باب میں خوش اسلوبی سے کتنا نہ اچھا کہا ہے

بیت

اے مغربی آں یار کہ بے نام ونشان بود از پردہ بروں آمد ہمہ نام ونشان شد

یعنی: ای مغربی وہ دوست جو کہ بے نام ونشان تھا وہ پردہ سے باہر آ کر صورت سے ظاہر ہوا اور نیز خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہ نے اس راز کو اس طرح کھولا ہے۔

بیت

ندیم ومطرب وساقی ہمہ اوست خیال آب وگل دررہ باشد

یعنی: ندیم ومطرب وساقی سب وہ خود ہے مٹی وپانی کا خیال راستے میں رہ جائے گا۔اس سلسلے میں مخدوم جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔

بیت

درودیوار من آئینہ شد زکثرت شوق ہر کجا مینگرم روئی ترامی بسینم

یعنی: شوق کی بہتات یا کثرت کی وجہ سے میرے در ودیوار آئینہ بن گئے جس طرف بھی دیکھتا ہوں تو تیری صورت دیکھتا ہوں اس بارے میں ایک اور مقام پہ بڑے پیارانداز میں اشارہ دیا ہے۔

بیت

ہمسایہ وہمنشین وہمرہ ہمہ اوست دردلق گداوا طلس شہ ہمہ اوست

یعنی: ہمسایہ وساتھی وہم سفر سب وہ خود ہے گودڑی میں فقیر وریشمی لباس میں بادشاہ وہ سب وہ خود ہے اسی طرح سے مولانا ابوالحسن لکھتا ہے کہ خلق کو اس بات میں شک وگمان ہے کہ یہ کل (قیامت کے دن) حق سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھیں گے یا نہیں لیکن ابوالحسن اس

خیال کا ہے۔

بیت

ہر کہ زآفتاب اینجا بتافت آنچہ آنجا وعدہ بدا ینجا بیا فت

یعنی: جس کیلئے سورج یہاں طلوع وغروب ہوا تو یہاں کا وعدہ یہاں ہی پائے گا۔

اے میرے دوست! یہ کام بڑا اور مشکل کہ کرنے سے ہو جائے گا زبانی باتوں اور آرزوئیں کرنے سے نہ ہوگا۔ اس وجہ سے اس مقام پر کباب شدہ جگر اور بھنا ہوا قلب درکار ہے۔ عشق ومحبت کی آگ سے جلے ہوئے کے علاوہ دوسرا کوئی بھی اس ماہیت کی حقیقت ومعنی نہ جان سکے گا اور نہ سمجھ سکے گا البتہ وہ طالبین وسالکین اس بھید ومعما کو پرکھ کر سمجھ سکتے ہیں جو کہ عشق ومحبت کے میدان میں ان گنت اور بڑی ہمت کے مالک ہیں پس انہیں اپنے محبوب کا مشاہدہ بلا پردہ وبغیر حجاب کے ہوتا ہے۔

اے طالب:۔ یہ مقام ایسا ہے جہاں سالکوں کو لغزش وگمراہ ہونے کا خطرہ وخوف ہے اس لئے اس جگہ پہ بہت ہوشیار وخبردار ہو کر رہا جائے پس جو سالک اس مقام پہ پہنچا اور اس سے شریعت مطہرہ کے اوامر ونواھی میں بال برابر یا تل برابر تفاوت وفرق ہوگا تو اسکو اس حال سے کوئی بھی حصہ نصیب نہیں ہوگا۔ اور نیز حقیقت کے تل سے خالی اور بے نصیب رہے گا حضرت پیر سائیں روضی دھنی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب کوئی راسخ العقیدہ اور مستقیم الاحل طالب اس مکان پر پہنچا اور اور اس سے اگر کسی وقت بولنے میں شرع سے باہر نکلا لیکن وہ شریعت کے اوامر ونواہی کے کاموں میں بال برابر یا تل برابر بھی فرق نہیں کرتا یہ علامت اس طالب کے صحیح حالت پر ہونے کو ثابت کرتی ہے اور جو طالب بات کرنے میں شریعت مطہرہ کی حد سے تجاوز کر جاتے ہیں ایسے طالب موحدین میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ملحدوں اور زندیقوں بے دینوں میں سے ہیں۔ امید کے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لغزشوں کی آفات سے پناہ میں رکھے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ ''ہمت اوست'' ''حال (۱) ہے اور ''مقامات'' (۲) سے نہیں ہے اس لئے سالک کو چاہئے کہ اس ''حال'' سے گذر کر ٹھہرے نہ۔

اے دوست! تو یہ بات سمجھ کہ توحید کی دو قسمیں ہیں ''توحید ابلیسی'' جس نے کہا ''اَنَا خَیْرٌ'' یعنی ایک میں اچھا ہوں اور اس کا یہ ''انانیت'' والا حرف اس کی موہوم ہستی سے تھا جس وجہ سے اس پر لعنت پڑی اور یہ لعنت نص قاطع یعنی قرآن مجید میں اس طرح ہے ''اِنَّا عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن'' یعنی: تحقیق تجھ پر میری لعنت جزا کے دن تک ہے یہ لعنت اس پر خودی کی وجہ سے پڑی کہ اس نے اپنی بازی وخودی کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی اپنی خودی سے باز آکر توبہ کی۔ اسی سبب سے حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سے ابدی خارج ہوا۔ ابلیس کی توحید کی بناء اصل میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے کہ اس نے حکم کا انکار کیا اور نافرمان ہوا پس اے دوستو! جس جماعت کا پیشوا ومقتدیٰ

---

(۱) ''حال'' اسے کہا جاتا ہے کہ سالک کے قلب پر بغیر اختیار کے قلبی کیفیت نازل ہو وے اسے اعتبار میں نہ لایا جائے کیونکہ سالک حال کے ماتحت ہے (مترجم)

(۲) مقام اس کو کہا جاتا ہے جس شخص نے باطنی گوشہ میں سلوک کی منازل میں استقامت شرع کے موجب کی ہو اور مقام سالک کے ماتحت ہے یہ مفید ہے (مترجم)

ابلیس ہوگا تو پھر تو بتا کہ ایسی جماعت کا کیا حال ہوگا۔

جس کے باب میں ابلیس لعین نے یوں کہا۔''فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مُخْلَصِیْنَ''

یعنی:۔ پس اے اللہ تیری عزت کی قسم کہ میں سب انسانوں کو سیدھی راہ سے ورغلاؤں گا سوائے تیرے ان بندوں کے کہ جو ان میں سے مخلص ہیں۔ مخلصین سے مراد وہ نیک انسان ہیں جو حضور ﷺ کی سنت کے تابع ہیں اور آپکی متابعت پر ثابت قدم ہیں۔

قسم دوم۔ توحید محمد ﷺ ہے یہ توحید اچھے کاموں اور مزین اخلاق اور پسندیدہ خصلتوں اور افعال کے سنوارنے و سدھارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جن کاموں سے شریعت نے منع کی ہے اُن سے خود کو روکا جائے اور جن کاموں کے کرنے کا شریعت امر و حکم کیا ہے ان پر استقامت سے قائم رہا جائے جیسے قرآن شریف میں فرمودہ ہے''فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ'' یعنی جو تجھے امر کیا گیا ہے اس پر قائم رہ یہاں توحید و شریعت کو آپس میں یکساں برابر کر کے جانا جائے۔ اگر چہ ظاہر میں وہ دونوں جدا جدا دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ دونوں ایک ہیں جب سالک توحید و شریعت کو اک کر کے جانے گا تو پھر اس پر حقیقت محمدی ﷺ خود بخود ظاہر ہوگی اور درمیانی فرق اٹھ جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں بیان کیا جائے گا اس سلسلے میں کسی بزرگ نے کتنا نہ اچھا کہا ہے۔

بیت

ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت تا ابد بوئے ازاں درگاہ نیافت

یعنی: جس شخص نے حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی راہ نہیں پائی وہ قیامت تک آپ کی بارگاہ سے خوشبو حاصل نہ کر سکے گا۔

اے دوست ابلیس والی توحید جلالی توحید ہے۔ جس میں حد سے زیادہ تاریکی اور حد سے زیادہ غضب و قہر ہے اور توحید محمدی ﷺ جمالی توحید ہے جو کہ سراسر نور علا نور اور رحمت ہی رحمت ہے اور اس توحید والی جماعت کا رہنما و پیشوا حضور ﷺ ہے جو کہ رحمۃ للعلمین ہے جیسا کہ آپکی شان ہے یہ آیت مبارکہ ہے''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ''یعنی ای پیغمبر ﷺ ہم نے تجھے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اسی کے برعکس توحید ابلیسی والی جماعت کا آگھوان ابلیس ہے۔ جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ وارد ہے''وَاِنَّکَ رَجِیْمٌ وَاِنَّکَ عَلٰی ﷺ کَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ یعنی: یقیناً تو ہمارے حضور سے نڑا ہوا ہے اور تحقیق تجھ پر قیامت تک لعنت ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّیْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا

یعنی: اے ہمارے رب ہمیں تو اپنی طرف سے رحمت بخش اور نیز ہمارے لئے ہمارے کاموں میں سدھائی اور ہدایت کے اسباب و سامان مہیا و تیار کریں۔ آمین

حضور ہفتم

هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ

یعنی وہ اللہ سب سے اول سب سے آخر ہے اور وہ ظاہر و باطن ہے اور ہر چیز میں پوشیدہ و مخفی ہے اور سب پہلوں سے پہلا ہے اور سب پچھلوں سے پچھلا ہے

اس موجودات میں جن چیزوں کا اوّل و آخر دیکھنے میں آتا ہے ان کو یہ اوّلیت اللہ تعالیٰ سے ملی ہوئی ہے کیونکہ اسکی ذات ہمہ موجودات سے پہلے ہے اسی وقت پر اللہ تعالیٰ سب سے پچھلا و آخر ہے کیونکہ اس کی پاک ذات کے بغیر دوسری ہمہ موجودات عالم اسفلی (۱) خواہ عالم علوی (۲) سب فانی ہو جائیں گے اس لئے وہ ساری کائنات سے آخر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ظاہر و مبین ہے پس جو چیز موجودات میں ظاہر دیکھنے میں آتی ہیں ان سب نے اسی ذات پاک سے ظہور لیا ہے۔ وہ سب اس کے ظہور میں محو و لاشئی ہیں۔ اسی وقت پر اللہ تعالیٰ کی ذات ''باطن'' بھی ہے پس جو چیزیں موجودات میں ڈھکی چھپی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے باطن میں معدوم و پوشیدہ ہیں سالک کو چاہئے کہ اس حضور والی مذکورہ بالی آیت مبارکہ میں اچھی فکر کرے اور یقین سے جانے کہ اللہ تعالیٰ ہمہ موجودات سے پہلے بھی خود ہے اور اسی وقت پر موجودات علوی خواہ سفلی کے فناء ہونے سے آخر میں بھی فقط اسکی ذات پاک ہو طالب کو چاہئے کہ خود کو اس حضور سے ایک لحہ بھی غافل نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بغیر دوسری سب موجودات کے اوّل و آخر ظاہر و باطن کو ''لا'' (۳) کے نیچے لا کر اس میں فکر کرے۔ پس جب فکر ''لا'' کی نفی سے زور لیا۔ تو پھر محض اللہ تعالیٰ کا اول و آخر و ظاہر و باطن دیکھنے میں آئے گا۔ طالب کو چاہئے کہ اس جگہ پر اپنی ہمت و مردانگی والے گھوڑے کو ایسا تو تیز دوڑائے جو ایک دوڑ اور ایک ہی سانس سے اس موہوم وجود والی ہستی کو پاؤں تلے کچلے اسے نسیت و نابود کر چھوڑے تو ھوالاول والآخر والظاہر والباطن کی حقیقت کے سچے موتی از خود جلوے داروں چمکدار دیکھنے میں آئیں گے۔ اور اس وقت مندرجہ بالی چاروں اسماء والے راز کو سمجھ کر اپنے آپ کو یوں کہتا جائے گا۔ اول منم آخر منم ظاہر منم باطن منم یعنی اول بھی میں آخر بھی میں ظاہر بھی میں باطن بھی میں۔

مطلب کہ اس جگہ پر خود بولنے والا اور خود سننے والا اور خود جاننے والا اور خود دیکھنے والا خود شاہد خود مشہود اور خود ساجد مسجود اور خود عابد اور خود معبود محسوس کرے گا۔

---

(۱) زمین والی کائنات کو عالم اسفلی کہا جاتا ہے (مترجم)

(۲) آسمان کائنات کو عالم علوی کہا جاتا ہے (مترجم)

(۱) نفی کی راہ یہ ہے لَا اَوَّلَ وَلَا آخِرَ اِلَّا ھُوَ۔ یعنی کوئی بھی اوّل و آخر نہیں مگر وہی یعنی اللہ کے سب سے اوّل و آخر ہے (از مترجم)

بیت

خود خداؤ خدا نما آمد در لباس جہاں نما آمد

یعنی: خود خدا خدا کی صورت میں آیا جہاں کے لباس میں واضح ہو کر آیا۔

اس منزل پر جو باہمت وباخبر سالک ہیں وہ اس حال سے اوپر آکر سلوک میں ترقی کرتے ہیں اور کچھ پھر ایسے ہیں کہ اسی حال میں وہیں کے وہیں محو ہوئے پڑے ہیں۔ اور اوپر ترقی کر نہیں سکتے پس جو ترقی کرتے ہیں وہ وحدت کے دریا کے ایک قطرے اور چھینٹے پینے سے مدہوش ہو جاتے ہیں۔ اور جو ترقی کر نہیں سکتے اور وہیں کے وہیں نیچے پڑے ہیں وہ اسی وحدت کے دریا سے کتنے پانی پینے کے باوجود بھی باہر نہیں نکلتے اور نہ ہی پھر سلوک مزید ترقی کر سکتے ہیں۔ پس ترقی والے سالک جن کے علم وعقل پر عشق پر عقل کا غلبہ ہے وہ اپنے سر وجان سے امید ختم کر دیتے ہیں وہ اس حال سے نکل کر اوپر ترقی کرتے ہیں اور جن کے عشق پر علم وعقل کا غلبہ ہے وہ وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں اور عروج کر نہیں سکتے۔

مطلب کہ عاشق وہ ہیں جو اپنی جان سے ہاتھ دھو کر وحدت کے میدان میں آکر ''اَنَا الْحَقُ'' کا نعرہ لگاتے ہیں اور ''لَيْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ'' جیسے الفاظ ان کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی شطحیات (شرع سے باہر نکلنا) کے الفاظ انکی زبانوں سے نکلتے ہیں۔ یہ جمع (۱) کا مقام ہے۔

سالک جب اس منزل پر آتے ہیں تب ان سے ایسے شطحیات والے الفاظ صادر ہوتے رہتے ہیں اور وہ اس حال کے باوجود شریعت کی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ پھر ان سے مستحب کے سے کام ضائع وفوت ہوتے ہیں۔

حضرت پیر سائیں قدس سرہ فرماتے تھے کہ حسین بن منصور حلاج ''اَنَا الْحَقُ'' کا نعرہ لگانے کی حالت میں بھی چار سو (۴۰۰) رکعات نماز روزانہ پڑھتا تھا پس کسی شخص نے اس سے پوچھا کہ اے شیخ یہ کیا ہے کہ تو دعویٰ ''اَنَا الْحَق'' کا کر رہا ہے اور دوسری جانب اتنی عبادت بھی کر رہا ہے اس بات کا کیا سبب ہے اس پر ابن منصور نے جواب دیا کہ اس کے وجود ظلی میں وجود اصلی نزول ہوا ہے۔ جس نے دوسری سب عبادتوں سے لذتیں حاصل کی مگر نماز والی عبادت سے لذت حاصل نہیں کی ہے۔

اسی وجہ سے اتنی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اے دوستو! اس بات کو بے عقل وبے سمجھ اشخاص پرکھ نہیں سکتے تو پھر اس حال میں آنے کے بعد سالک پر کوئی عبادت معاف ہو سکتی ہے بلکہ اس مقام پر آنے کے بعد خود عبادت والے کاموں پر محکم رہنے کی دلیل ہے۔ اے دوست اس حضور میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے راز واسرار مبینہ ہیں۔ جن کا سمجھنا اپنے روسوئے محال صد محال ہے۔ اسی لئے طالب کو اس جگہ پر مرشد کامل مکمل

---

(۱) جمع بابت کشف المحجوب ۱۹۳ کے صاحب ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کرتا ہے اَلْجَمْعُ بِالْحَقِّ تَفْرِقَةٌ عَنْ غَيْرِهٖ وَالتَّفْرِقَةُ عَنْ غَيْرِهٖ جَمْعٌ بِالْحَقِّ یعنی حق کے ساتھ جمع ہونا اس کے غیر سے جدائی ہے اور اسکے غیر سے جدائی حق سے ملنا ہے مطلب کہ ہر وہ شخص کہ حق تعالیٰ کیساتھ واصل ہے وہ ماسوی اللہ سے جدا ہے تصوف کی دوسری اصطلاح میں ممکنات کو فاعل اور موصوف سمجھنا فرق ہے اور مصنف حق سبحانہ وتعالیٰ کو فاعل ہونے والی صفت پر نظر رکھتا ہے اسے جمع کہتے ہیں (از مترجم)

کی ضرورت ہے جیسے وہ انکی تربیت و پرورش کرے کیونکہ دل والوں کو راہ اہل دل سے ملتی ہے۔ پس انہیں چاہئے کہ اپنی جان و دل سے کامل ومکمل مرشد کا دامن مضبوط پکڑیں۔

تو سلوک میں انکی مرادیں و مطالب سرانجام ہوں۔ ہاں اگر جیسے ایسا مرشد مل نہ سکے تو پھر اس کتاب کو دل و جان کی سچائی و صدق سے مطالعہ کرے سمجھے کہ بندہ شدہ اسراروں کی گرہیں کھل کر اس پر ظاہر ہونگی۔

حضور ہشتم

وَاجِبُ الْوُجُوْدِ

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ از خود موجود ہے اور دوسری ہمہ موجودات ممکن الوجود ہے یعنی یہ حادث و فانی ہے۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمینوں کا نور ہے یعنی آسمان وزمین کو اپنے نور سے روشن کیا اے طالب تو فکر کرے دیکھ کہ نور کونسا ہے یہ نور یہ ہے کہ عالم امر و عالم خلق والی سب موجودات جو کہ حواسوں سے معلوم ہوتی ہیں ان سب نے حق تعالیٰ کی ذات سے ظہور لیا ہے اور اس نور کے دریا کا قعر و کنارہ ہے ہی نہیں انکی سب لہریں و موجیں جو کہ اس عالم خلق اور موجودات میں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ کل وہیں سے پیدا ہو کر اٹھتی ہیں۔ اور وہی آجاری ہیں۔ ان لہروں کا وجود ظاہر میں جدا جدا دیکھنے میں آرہا ہے مگر حقیقت میں ان کا وجود دریا کا وہی پانی ہے جو کہ پھر اسی دریا کے اسی پانی میں گم محو ہو جاتی ہیں۔

بیت

ز دریائے موج گوناگوں برآمد ز بے چوں بے رنگ چوں برآمد

یعنی: دریا سے قسم قسم کی موجیں اٹھتی ہیں بے رنگی سے وہ رنگ آئی۔

اے دوست! جب "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے دریا میں عشق کا طوفان لگنا شروع ہوا تب اس دریا کے باطن والے کنارہ سے ظاہر والے کنارے کی جانب قسمیں قسمیں موجیں ظاہر ہونے لگیں جو کہ ایک دوسری کے پیچھے آرہی ہیں جارہی ہیں اور پھر اسی دریا میں گم محو ہو جاتی ہیں

بیت

اے جملہ جہانت حسنت آخر چہ جمال است این

پیدا و تو پناہ تو آخر چہ کمال ست این

یعنی: اے محبوب یہ سب جہاں تیرا حسن و جمال ہے ظاہر بھی تو باطن بھی تو آخر یہ کونسا کمال ہے

سالک کو چاہئے کہ اس آیت اللہ نور السمٰوٰتِ والارض میں غور وفکر کرے اور جانے کہ یہ آسمان وزمین سب نور ہے اور اس نور نے اسکے قلب کو گھیر لیا ہے، یہ نور وہ ہے جو قَلْبُ المُؤمِنِ حِرمُ اللّٰہِ تَعَالیٰ یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا چراگاہ وحرم ہے اس چراگاہ یا قلب والے شمعدان سے نور روشن ہوا جس نے عالم امر وعالم خلق کو روشن کیا جب سالک اس مقام پر پہنچا تو اس سے آسمان وزمین کی نسبت اٹھ جائے گی اور خود کلی طور پر نور بن جاتا ہے اسی مقام پر حضور اکرم ﷺ کا یہ قول مبارک کہ ''اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْعَالَمَہ کُلُّہٗ مِنْ نُوْرِیْ'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور ہمہ کائنات میرے نور سے ہے۔ آپکا یہ فرمان صحیح ہوا اور اس جگہ پر آپکا اور اللہ تعالیٰ کا نور ایک ہے۔

جب سالک کی سیر اس جگہ پہنچے گی تو پھر اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ والی آیت کی سب حقیقت اس پر ظاہر وعیاں ہوگی۔ اور وحدت والے نور میں روشنی کی وجہ سے دوئی وآکڑ اور کثرت وغیرہ کی سب تاریکیاں گم ہو جائیں گی۔ اے دوست! یہ ماجرا وتقریر جو تو نے سنی ہے وہ حقیقت میں ہمارے اب حقیقی یعنی آنحضرت ﷺ کی ہے کہ ہم آپکی فرزندوں وعیال سے ہیں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹا اپنے باپ کا بھید وراز ہے۔ اور اسی نور نے کل تیرے حقیقی باپ میں ظہور لیا تھا اور نیز دونوں جہاں اس کے نور سے واضح وظاہر ہوئے ہیں تو پھر اس نور کا سر وبھید تو اپنے اندر ڈھونڈھ کہ آج بھی تو وہی ہے اب اگر تو حقیقی باپ کا بیٹا ہے تو پھر تو اپنے حقیقی باپ کے متابعت پر قدم بقدم محکم رہ تو اس عالم خلق اور اس عالم کے سارے افراد خود بخود قائم وکھڑے دیکھے گا اور تو خود بھی اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کیساتھ قائم ہوگا۔ اس وقت تیرے اندر کلی خواہ جزوی حقیقتیں موجود ہونگی پس اگر تو حقیقی باپ کے بیٹوں سے نہیں ہے تو پھر تو اس وقت اسی ملعون ابلیس اور نافرمان سرکش نفس کے بیٹوں سے ہے پس ایسے نافرمان بیٹے مذکورہ نعمتوں کے ورثہ ومیراث سے محروم ہیں کیونکہ ان پر نفس کی حکومت وغلبہ ہے۔ جس پر یہ آیت مبارکہ شاہد ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ یعنی تحقیق نفس عالم خلق میں سے ہے تو پھر اسے عالم امر سے کوئی بھی تعلق وموافقت نہیں ہے۔ (عالم خلق اور عالم امر) کیونکہ نادان شخص اپنے نفس کے حکموں پھنسا ہوا اور گرفتہ ہے۔ جس وجہ سے اسے اس عالم سے اس عالم کی طرف جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے تو پھر اے سالک تو اس قول کو سمجھ اور اس پر فکر کر۔

حضور نہم

وَفِیْ اِنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

یعنی: تمہارے اندر میں نشانیاں ہیں پس تم ان نشانیوں میں کیوں نہیں فکر کرتے

سالک کو چاہئے کہ اس آیت مبارکہ میں فکر کرے اور اسے چاہئے کہ اسکے وجود میں جو نشانیاں ہیں اگر وہ مخفی ہیں تو انہیں ڈھونڈھے اور انکے ڈھونڈھنے میں حیران وپریشان ہو کر جستجو کرے۔

معلوم ہوا کہ یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کہ وہ اسکے وجود میں امانت طور ہیں اور انہیں وجود مطلق کی صفتیں کر کے جانی چاہئے پس امانت والی صفتوں کو کو پہنچ کر وجود بغیر کسی اضافت ونسبت کی صحیح حقیقت سے مشاہدہ معلوم کرے گا اور وجود مطلق (۱) والی صفات کہ وہ اُمُّھاتُ الصفات (۲) یعنی اصلی ہیں اور امانت والی صفتیں کہ وہ وہاں فناء فی الصفات میں اضافی تھیں وہ قلب وکارب کے سواء وہاں فروع یعنی اصلی صفتوں کی ٹہنیاں اور شاخیں تھیں۔ کہ وہ وہاں سے نکل کر اس کثرت کے موجودات میں مقید ہوئی ہیں۔ پس وہ فروعی صفتیں حقیقی انسان کیلئے اصلی صفات ہیں۔ طالب کو فکر کرنی چاہئے کہ یہ وسوسے اور خطرے جو کہ اندر میں پیدا ہوتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہونے کی نشانیاں ہیں۔ کیونکہ یہ وساوس وخطرات کے خیالات وہ عالم خلق سے پہلے عالم امر میں مخفی و پوشیدہ تھے۔

وہ پھر عالم خلق میں آ کر انسانوں میں چھپے اور نہاں ہوئے ہیں۔ اور جلالی صفات میں جیسا کہ غصہ وغضب اور جمالی صفات میں جیسا کہ رحم وکرم اور خیر خواہی او. بھلائی کرنا یہ ساری صفات انسان کے وجود میں ہر دم جلوہ کرتی ہیں۔ جب سالک اپنی ھستی اور خطروں اور وسوسوں کی قید سے آزاد اور چھٹکارہ پائے گا تو پھر (وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ) والی نشانیاں مخفی و پوشیدہ ہیں۔ انکا از خود مشاہدہ ومعائنہ کرتا رہے گا اور ان صفات والی نشانیاں کہ اس کے پاس امانت کے طور پر تھیں ان سب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے والا ہوگا اور دوسری بات کہ یہ نشانیاں جو کہ عالم خلق میں صورتوں وشکلوں میں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ انکی اصلی حقیقت عالم امر میں ہے اور ان پر حقیقۃ الحقائق ہے جبکہ وہ صورتیں عالم امر میں محض حقیقت تھیں وہ حقیقۃ الحائق کے درجے اور مرتبے میں آ کر صورتوں کے ناموں سے کہلانے لگی۔ سالک کو چاہئے کہ مذکور آیت مبارکہ کے معنیٰ میں اچھی طرح فکر کرے تو (وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ) کی حقیقت اس پر روشن وواضح ہو اور نشانیوں کا نیز مشاہدہ واضح دیکھنے میں آئے۔

حضور دہم

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد

یعنی:۔ ہم انسان کے سانس کی رگ سے زیادہ قریب ہے

جب اللہ تعالیٰ انسان کو سانس لینے والی رگ سے بھی بہت زیادہ قریب ہے تو پھر باقی دوسری کونسی چیز ہے جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہو اور یہ معیّت ایسی ہے جس کے ساتھ دوسری سب اضافتیں ونسبتیں ہو جاتی ہیں۔ اے طالب! یہ بات بہت باریک ودقیق ہے پس تو اس بات کو دل لگا کر سمجھنے کی کوشش کر کہ جب اللہ سانس لینے والی نبض ورگ سے بھی انسان کے زیادہ قریب ہے تو پھر اور کونسی چیز ہے کہ اس کے سواء انسان کے قریب وساتھ ہو اور نیز اس ہمارے موہوم وجود بھی اس ذات پاک سے ظہور پایا ہے اور اسکا ہے

---

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ

(۲) وہ سات صفات ہیں جنکا ذکر فناء فی الصفات حضور دوم ہوا ہے (از مترجم عفی عنہ)

بیت

نیاوردم ازخانہ چیزی نخست　　　　تو دادی ہمہ چیز من چیز دست

یعنی:۔ میں نے شروع سے ہی اپنے گھر سے کوئی چیز لائی ہے مجھے سب چیزیں تو نے دی ہے میری سب چیزیں تیری ہیں ۔

نقل:۔ایک دن حضرت سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کوغیب سے ایک آواز سنائی دی کہ اے شیخ بایزید جو کچھ مانگنا ہو مانگ کہ تجھے دوں شیخ بایزید قدس سرہ نے جواب میں عرض کیا کہ اے میرے خدا میرے رب مجھے کسی بھی چیز کی خواہش اور سلیقہ نہیں ہے بلکہ خواہش ہے کہ میں بھی نہ ہوں اور سب کچھ تو خود ہو مالک میرے اس فقیر (مرشدنا محمود علیہ الرحمہ) کی عرض بھی بایزید قدس سرہ جیسا ہے وہ تو قبول فرماء ۔آمین ثم آمین۔

اے دوست! یہ اقربیت کی بات میں اپنی روسے نہیں کہہ رہا بلکہ سبحانہ تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے ’’وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ‘‘یعنی ہم انسان کو سانس کی رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

بیت

نحن اقرب گفت من حبل الورید　　　　تو فگندی تیر فکرت را بعید

یعنی:۔جب اللہ تعالیٰ نے خود نحن اقرب کہا تو پھر تو اپنی فکر کے تیر کو کیوں دور کر رہا ہے پس بلند ہمت اور عالی فطرت والے شہباز بلند پرواز طالب کو چاہئے کہ اس اقربیت کی معما و بھید کو کھولے اسے جانے اور سمجھے بلکہ بے ہوش و مدہوش ہو کر اس بھید کے راز و سر کا مقصد اپنے اندر ڈھونڈہ کر دیکھے جب سالک اس حضور میں اللہ تعالیٰ کی اقربیت اور قریب ہونا تلاش کرے گا تو پس اسے اپنے اندر معلوم و شاہدہ کرے گا۔

بیت

بیروں ز تو چون در سفر نیت　　　　ازخود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

:۔جب سفر میں بھی تیرے سے دور نہیں ہے تو پھر اپنے اندر تلاش کر جو کچھ تو ڈھونڈھ رہا ہے وہ تو خود ہے

حضور یازدہم

فناوبقا

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ وَيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ

یعنی:۔ جو بھی چیز زمین پر ہے وہ سب فانی ہے اور محض تیرے رب کی ذات باقی رہے گی۔

سالک کو چاہئے کو اس آیت مبارکہ کے معنیٰ میں فکر کرے اور یقین سے سمجھے کہ خود اور یہ سارا عالم فنا ہونے والا اور محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو بقاء ہے۔ اور نیز چاہئے کہ مذکورہ بالا آیت کے معنیٰ میں اتنی تو فکر زیادہ کرے جیسے اس سے حضور کا علم حاصل ہو۔ اس کے بعد حضور کا علم اور یہ عالم سب اللہ تعالیٰ کے بقا والے علم میں محو ہو جائیں گے۔ اور جان لے گا کہ یہ ساری موجودات فناء ہو جائے گی اور فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو بقاء ہے۔ تو پھر اسے (کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَان) کی حقیقت اس پر روشن وواضح ہوگی۔ جب سالک میں وہ فکر زور اور غلبہ لے گی تو پھر اس کے وجود میں عشق کی آگ ایسی تو جلے گی بھڑکے گی کہ اس کی ہستی والے کانٹوں، تنکوں کو جلا کر چٹ کر کے نابود کر چھوڑے گی۔ پس عالم کے موجود ہونے کی اٹھان جو ساتھ تھی وہ از خود فانی ہوگی

پس سالک (کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَان) کے مقام پر فانی ہے اور (یَبْقَیٰ وَجْهُ رَبِّکَ) والے مقام پر باقی ہے جب سالک فنا وبقا کے مقام پر پہنچے ہیں۔ تب انہیں سب مراتب کی معنائیں اور مشاہدے ہوتے ہیں اور اس وقت اپنے سے اپنا وجود اور موجود ہونے والی نسبت گم ہو جاتی ہے۔ اور اٹھ جاتی ہے۔ اور جانتے ہیں کہ اسکی بقاء اللہ تعالیٰ کی بقاء کیساتھ ہے۔ جب پھر فناء کے مقام پر آتے ہیں تب اپنے اندر سارے عالم کو فنا وفانی دیکھتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذات والے سورج کو سارے عالم پر چمکنے والا دیکھتے ہیں کیونکہ سارے عالم نے اسکی ذات پاک سے ظہور پایا ہے۔ پس ظاہر خواہ باطن میں اسکا جلوہ ہے۔ جیسے اس شعر میں اشارہ ہے

بیت

هرچه هست از بلندی وپستی همه زویافت صورت هستی

یعنی:۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے ان سب نے اس سے ہونے کی صورت پائی ہے

اے طالب! پس تو یہ بات سمجھ کہ عالم امکانی (عالم ناسوت) اور روحانی گو عالم علوی اور سفلی ان سب کے وجود نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظہور پایا ہے کہ وہ وحدت سے نکل کر اس کثرت کے عالم میں آئے اور پھر کثرت سے نکل کر وحدت میں گئے اور نیز یہ باتیں ایسی ہیں کہ اہل دل وبصیرت کے سواء دوسرا کوئی بھی اس حقیقت کو پرکھ نہیں سکے گا

بیت

نه هر که سر بترا شد قلندری داند هزار نکته باریک ترزموا این جاست

یعنی:۔ ہر کوئی سر منڈانے سے اپنے کو قلندری ہونا نہ جانے کیونکہ اس جگہ ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں۔ جبکہ یہ باتیں باریک اور دقیق ہیں۔ تب تو انہیں سمجھنے کی کوشش کر۔

اے دوست! یہاں محض باتیں سنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں سفر کر کے منزل کو پہنچنا ہے پس جو شخص فکر کا سفر کر کے آگے چلنے کی کوشش

کرے گا، وہ اس بات کو سمجھے گا اور دیکھے گا ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ اللہُ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یعنی:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی و بھلائی ہے جسے چاہے عطا کردے اور اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی کا صاحب ہے اور نیز دوسرے کسی شخص کو طاقت نہیں جو فنا و بقا کے بھید پرکھے اور جانے اس وجہ سے اس بھید کو اپنے اندر پرکھنے سمجھنے کی کوشش کر کہ "قال" سے نجات پائے حال والے مرتبے کو پہنچ کر اور نیز اسی حقیقت معنیٰ کا آپس میں مشاہدہ کرے اور دیکھے

ہمت بلند باید عشاق مست ہے را

مرد خیس ہمت درعاشقاں نگنجد

یعنی:۔ عاشق مست شراب خورندہ کو بڑی ہمت چاہئے اس لئے کہ کم ہمت کا بندہ عاشقوں کی صفوں میں نہیں سمایا جاتا

حضوددوازدھم

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِا اللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یعنی:۔ نہیں ہے پھرنا گناہوں سے اور نہیں ہے قوت طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی ہمراہی و مدد سے کہ وہ سب سے بلند و بالا اور بڑی عظمت والا ہے

سالک کو چاہئے کہ اس کلمہ کے معنیٰ میں فکر اس طرح کرے کہ یہ اسکا ہلنا، جلنا اور قوت اور نیز اس عالم اور اس عالم یعنی دنیا و آخرت کی سب قوتیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قوتوں و طاقتوں میں محو و گم جانے۔

معلوم ہو کہ یہ حضور شروع میں خیال ہے خیال کے بعد فکر کی صورت لیتا ہے اور کسی وقت نہیں بھی لیتا پس جب سالک میں قبض کی حالت پیدا ہوتی ہے تو پھر فکر صورت نہیں لیتا بلکہ اندر میں پریشانی اور بے جمعیتی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ مایوس ہو کہ چپ کر کے نہ بیٹھے اور چاہئے کہ اس راہ میں ہمت ایسی کرے کہ اپنے گردن کو پاؤں بنالے اپنے دل و جان سے تیز کر کے آگے چلے اور راہ میں مردوں کا کام رکنا اور ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نیز آنکھ جھپکنے جتنا یک لحظہ بھی اس حضور کے فکر سے غافل نہ ہو۔

بیت

یک چشم زدن غافل زآں نباشم ترسم کہ نگاھے کند آگاہ نباشم

یعنی: میں اپنے محبوب و معشوق سے ایک پلک بھی غافل ہوں۔ ڈر ہے کہ محبوب میری طرف دیکھے اور میں بے خبر ہوں۔

جب طالب میں طلب کی سچائی والی ہمت واضح ہوگی تو پھر اس حضور کی حقیقتیں اور پراز خود ظاہر ہونگی۔ اور اس وقت اسکا حول وقوۃ اس سے گذر کر کے اللہ تعالیٰ کے حول وقوۃ سے مل کر پیوستہ و یک ہو جاتا ہے اور ہر طرف کی قوتیں فانی ہو جاتی ہیں۔ اور جان لے گا کہ اسکی حول

دقوتیں جواس کے پاس تھیں وہ اس سے ہمیشہ گئیں۔جنگی اب اس کے پاس کوئی علامت ونشانی نہیں رہی۔

تو مباش اصلاً کمال ایں ست وبس

تو دروگم شو وصال ایں ست وبس

یعنی:۔تو اصل ہو ہی نہیں بس کمالیت یہی ہے تو اس میں گم ہو جا بس وصال وہی ہے۔

پس جس فناشدہ بندے کی استعداد قوی ہے تو پھر اسے اس حال سے اوپر لا کر ترقی پر پہنچائیں گے اور نیز ایک مقام سے سیر کرا کے اس سیر پر لائیں گے کہ اسے عروج کے مقامات حاصل ہوں۔

پس رفتہ رفتہ ایسی منزل کو پہنچے گا جہاں سالک بیخود ہو کر حق سبحانہ وتعالیٰ کے حول وقوۃ کا اپنے آپ میں بغیر کسی اضافت کے مشاہدہ کرے گا۔اس حضور کے حاصل ہونے کے بعد اس عالم اور اس عالم کی قوتیں از خود جانتا رہے گا اور پر رکھے گا اور اس وقت لاحول ولاقوۃ الا با اللہ العلی العظیم کہتا رہے گا۔اے سالک! یہ باتیں ہر کسی شخص کی سمجھ میں آنے جیسی نہیں۔البتہ جس طالب کی طبیعت کبریت احمر یعنی چقمق جیسی ہوگی وہ اس حضور کو جلد سمجھ سکے گا اس لئے تو اس حضور کے معنی کو حاصل کرنے کی کوشش کر جب تجھے یہ حضور نصیب ہو تو پھر تو اس پر مداومت وہمیشگی کر تو پھر اسکی حقیقت ومعنیٰ کا سورج تجھ پر ہمیشہ طالع ہو یوں قبض خواہ سبط کی حالت میں حجاب کا بادل اسکے بیچ میں سامنے نہ آئے اور دنیا وعقبیٰ کی ظلمتوں اور تاریکیوں کے خیالات کے سبب وہ طلوع ہونے والا سورج غائب نہ ہو۔

بیت

ہر کرا آں آفتاب ایں جا بتافت آنچہ وعدہ بود اینجا بتافت

یعنی: وہ سورج جسکے لئے یہاں روشن ہوا وہاں کیلئے جو وعدہ تھا وہ یہاں واضح ہوا۔

اس قسم کا مطلب بصیرت کا صاحب ہے۔جس نے اپنی آنکھوں کو غیر سے بند کر کے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کھولی ہیں اور نیز اس حضور کی حقیقت کو کما یمنغی حاصل کیا ہے۔تو پھر ایسا طالب اس عالم گو اس عالم میں حق سبحانہ وتعالیٰ کیساتھ ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ بھی اسکے ساتھ ہے۔اور یہ سب کچھ بے خودی کا نتیجہ ہے۔

بیت

چوں ایں جابے خودی می آور دہوش عبارت لا اشارت گفت خاموش

یعنی:۔اس مقام پر جب بے خودی نے ہوش لے لیا تب اشارے نے عبارت سے کہا کہ خاموش رہنا جب سالک اپنی خودی کو مٹا کر بے خود ہوگا۔تب خود کو خود سے پہچانے گا جیسے آیا ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ یعنی: جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا اے دوست! یہ مخفی معانی وبھید وہ

سب تیرے اندر ہیں۔ لیکن تو انہیں غفلت کی وجہ سے پہچاننے، پرکھنے سے بے نصیب رہتا ہے۔ تو انصاف کیساتھ نظر کر کے دیکھ کہ اس بیہودہ دنیا کے فالتو خیالات وہوس اپنی انمول حیاتی کو کیونکہ ضائع کرتا ہے اور بالآخر تجھے اس فانی دنیا سے کوچ کر کے وجدانی عالم کی جانب چلنا ہے اے بے سمجھ نادان اس نادانی وغفلت کو چھوڑ کر مردوں جیسے کام کر کہ مردوں میں شمار ہو۔

بیت

مرد آں باشد کہ باشد خود شناس　　　　می شناس سد خوش رادر ہر لباس

یعنی: مرد وہ جو اپنے آپ کو پہچاننے والا ہو کہ خود کو ہر لباس پہچانتا رہا ہے۔

پس اے دوست! اگر تو مرد ہے تو پھر تو یہاں ہی ہمت ومردانگی کر تو پھر اُولٰئِکَ کَالانعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ والی گمراہ جماعتوں میں سے ہوگا (یعنی وہ ہیں جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ بھٹکے ہوئے ہیں)

دانا آدمی کیلئے اتنی تشریح کافی وبس ہے جو کہا ہے اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الاِشَارَۃُ یعنی عاقل شخص کو اشارہ کافی ہے۔

بیت

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم　　　　تو خواہ از سخم پند گیر خواہ ملال

یعنی: جو پیغام پہنچانا لازمی تھا وہ میں نے تجھے بیان کیا۔ چاہے تو میری خیر خواہی والی بات کو قبول کر چاہے تو میری نصیحت سے نفرت کر

حضور سیزدہم

اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے

اسکا حکم عرش سے تحت الثریٰ تک جاری وساری ہے اور اسکا لشکر چوگرد تیار کھڑا ہے۔ وہ بعضوں کو ذلیل وخوار کرتا ہے اور ضعیف بناتا ہے اور دوسرے لوگوں کو عزت وشرف دیکر بلند کرتا ہے سالک کو چاہئے کہ اس شغل میں اپنے وجود اور اسکے مظہر کی فکر کرے اور نیز اس حضور کو اپنی پختہ پختہ یقین وخیال سے ایسا تصور وفکر کرے جیسے دل اس سے محبت، انس وآرام لے۔ اس لئے اس حضور کی فکر سے اپنے آپ کو غافل کرے اور اعراض کر کے نہ بھولے اور آپ نفسانی گو شیطانی وسوسے اور خطرے جو اندر میں آتے ہیں ان پر غیرت ونفرت لائے اور ان سے ہر طرح سے بیزار ودور ہو۔ اور وحشت وغفلت سے باہر نکل کر شغل کیساتھ محبت والفت میں آئے۔ اور جس وقت دل میں خطرے اور وسوسے پیدا ہونا شروع ہوں اور قبض بھی غلبہ اور زور لے تو پھر ایسے حال کیساتھ شغل میں مشغول رہنا بہت مشکل واشکل ہے۔ اس لئے طالب کو چاہئے کہ بے ہمت وست ہو کر تھک نہ جائے بلکہ قبض وسبط والی حالت میں بھی ایک جیسا ویکساں ہو جائے بلکہ اس وقت اپنی کوشش وہمت سے ان خطرات ووساوس کو ٹالے اور دفاع کرے اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہے میں اپنی اس مراد ومقصد کو پہنچوں یا نہیں تو بھی اس کے حاصل

کرنے سے خود کو نہیں روکوں گا اور آخر کار میں اپنے آپ کو اس راہ میں قربان بھی کر دوں گا۔

بیت

یا بم اورا یا نیا بم جستجوئی می کنم   حاصل آید یا نیا ید آرزوی می کنم

یعنی: میں اس محبوب کو پاؤں یا نہیں تو بھی اسے ڈھونڈتا رہوں گا اور مراد پوری ہو یا نہ نہیں تو بھی اسے ڈھونڈھنے کی آرزو اور تمنا کرتا رہوں گا۔

اور چاہئے کہ اپنے ارادے اور ہمت پر چست و چالاک ہو اور مطلب و مراد کی حاصل ہونے یا نہ ہونے والی دونوں حالتیں اوپر ایک جیسی ہوں۔

اور یوں کہا جائے کہ اس راز اور بھید کے حاصل کرنے کیلئے اپنا سر و جان دوں گا یا راز کو حاصل کروں گا اسم مقام پر حضرت پیر سائین قدس سرہ الاقدس طالبوں کے قلب اور باطن کو تقویت و مدد دینے کیلئے اس طرح فرماتے تھے۔

بیت سندھی

جنی جانی کھے ڈے نہ تہ موت بہ نیندوئی جنی کھے
اھو تان انصاف کر ھوء چنگو کہ ھی
سید چوی سر ڈنے ساجن ملے تہ ڈھین ھتھ ڈے
کین لھندین کی وری اھڑا سوداگر سپرین

ایسی فکر کرنے سے نفس عاجز و مغلوب ہو جاتا ہے اور ابلیس بھی ناامید و پشیمان ہوتا ہے اس جگہ پر طالب کی نیز سچائی اور مردانگی عیاں ہوتی ہے اور اسکی ہمت و کوشش اسے اس مقام پر لا کر پہنچائے گی کہ اس علم کے وجوں اور اسکے وجود کے مظہر اور مظاہریت کو "لا" کے تلے لاکر حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود میں معدوم و گم کر دے گا کہ یہ سب کچھ نہیں ہے محض حق تعالیٰ کا وجود تھا اور اب بھی وہی ہے اور یہ سب موجودات بھی اسکی ہستی میں گم شدہ ہے۔ اور اس وقت اسکی فکر میں وہ اور حق تعالیٰ خود بخود قائم اور بظہور بخود باقی ہیں اور سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے پس اپنی ہستی اور مظہریت کا لباس اتار کر حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود اور اسکی مظہریت کا لباس کاندھوں پر پہن لیتا ہے اس وقت محض مالک و الملک کا وجود باقی رہا ہے۔ جس کا حکم عرش عظیم سے لے کر زمین کے تحت الثریٰ تک چلتا ہے اور نیز اسکے خاص تشکر مقرر ہیں کہ وہ اسے چوگرد کھڑے ہیں پس وہ مالک الملک کے حکم سے بعضوں کو نیچے کرتے ہیں اور بعضوں کو اوپر۔ یہ نیچے اوپر کرنے والے کا اگر وہ باطن (۱) سے

---

(۱) باطن سے مراد عالم امر ہے جہاں سے حکم ہوتے ہیں کہ وہ عالم خالق میں عیاں ہوتے ہیں۔ باطن سے مراد ہے کہ کوئی شخص آج مسکین و فقیر ہے لیکن اس غیب والے لشکر کی مدد سے وہ کل خوشحال وہ خوش نصیب ہو سکتا ہے اور آج اگر کوئی بادشاہ ہے یا دولت مند ہے تو پھر غیبی لشکر کے حکم سے بادشاہ فقیر یا قیدی ہو سکتا ہے اور دولت مند مفلس ہو سکتا ہے۔ (از مترجم)

ظہور و عمل کرتے ہیں۔ اور پھر ظہور سے باطن میں وہ سب انہیں مفوض سپردہ ہیں۔ جب بھی طالب اپنے وجود کے ملک اور اسکے ساتھ دوسرا سارا سامان حقیقی بادشاہ ملک الجبار کی خدمت میں عرض رکھ کر یوں کہتا رہے گا۔

بیت

نیاوردم ازخان چیزی نخست تو دادی همه چیز من چیز تست

یعنی: میں نے شروع سے ہی اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لائی تو نے دیا ہے میری همه اشیاء تیری ہیں۔

ایسی حالت میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ سالک کے وجود کے سامان کے عوض میں عرش سے لیکر تحت الثری تک حکم چلانے کیلئے سارا متعین لشکر اسکے تصرف و قبضہ میں دیتا ہے۔ اس جگہ پر حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس یہ نقل بیان فرماتے تھے۔

نقل: ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا کہ سال بسال اور ہر دور میں اپنا خزانہ لاکر باہر میدان میں رکھتا تھا اور اپنے غلاموں و باندیوں کو امر کرتا تھا کہ تمہیں جو بھی چاہئے اور طلب ہو وہ اس خزانے والے مال سے لو اور اٹھاؤ۔ پس جسے جتنی چاہت تھی اتنا ہر اک اٹھار ہا تھا۔ یہ سلسلہ کتنے سالوں سے ایسے ہی چلتا رہتا تھا۔ اور بادشاہ اپنے غلاموں و باندیوں سے کہتا رہتا تھا کہ جسے جتنا چاہئے وہ اس ڈھیر سے اٹھائے۔ پس ہر کسی نے خزانے سے اٹھایا اور لوٹا مگر ان میں سے ایک باندی ایسی تھی کہ وہ اس خزانے والے مال سے اٹھانے نہیں جاتی تھی اور بادشاہ کے حضور میں ایسے ہی بیٹھی رہتی تھی بادشاہ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ ادب سے باندھ کر عرض کیا کہ اے بادشاہ سلامت میرے لئے تو ایک ہی کافی ہے۔ اور مجھے خزانے کے پیسوں اور سونے کی طلب نہیں۔ بادشاہ نے باندی کے صدق کا حال دیکھ کر کہا کہ میں اور سب غلام و باندیاں تیری ملک ہیں۔ اے طالب صادق تو اس باندی کی ہمت و سچائی دیکھ جس نے اپنے بادشاہ کے علاوہ دوسرے کسی مال و متاع کو پسند و قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی خزانے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو پھر اسے کتنا اچھا انعام و اکرام عطا ہوا پس تجھے چاہئے کہ اس بات کو دل کے دھیان سے سمجھ اللہ تعالیٰ کافی و بس ہے۔ اور باقی دوسرا سب ہوس ہے۔ دیوان یتیم والا کہتا ہے۔

بیت

خود رابیا ختیم خدارا بیا فتیم کس را وقوف نیست زسودائے ما

یعنی: جب ہم نہ خود کو مٹا دیا۔ تو پھر خدا کو پالیا۔ ہمارے اس سودے و نفع کی کسی بھی آدمی کو خبر و واقفیت نہیں ہے اور نیز اس جگہ پر مراد فقیر زنگیجی نے سرائکی زبان میں اس طرح کہا ہے:

بیت

نیت سوداگر، سودا دلبر عشق دلال کیتوسی

سبھو سودے وچ تن من مال ڈتوسی

ملیا دوست دل گھریا سودا ساب پیوی
پر رب سب مراد کیتا جو سکھ ڈیئی لکھ گتوسی

یعنی: سودے کی چیز محبوب اور آنکھیں اسکے لئے خریدار وسوداگر ہوئیں پس اس محبوب ومعشوق کو خریدنے کے لئے عشق کو دلال کیا اور خرید میں اپنا تن من اور سارا مال دیا۔ پس دل چاہا محبوب ودوست ملا اور سودا و بیوپار مطلب کا حاصل ہوا۔ لیکن رب کریم نے مراد کا گو سبب پیدا کیا کہ تن اور من اور مال تنکے سے ہیں وہ دیکر لاکھوں جیسا محبوب ومعشوق ہاتھ کیا۔

اے میرے من موہنا دوست اگرچہ حقیقت میں سارے عالم پر حضرت حق سبحانہ کا کلی تصرف ہے لیکن عارف جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تب وہ ذات پاک کے بقاوالے تصرف کیساتھ اس عالم متصرف ہوتے ہیں یہ تصرف ایسے عارفین کو حاصل ہے جو کہ اس اہل ہیں۔ جن پر یہ حقیقت روشن وعیاں شدہ ہے۔ اور دوسرے عام لوگوں کو اس بات کی کیا خبر۔ کیا خوب یہ بیت کسی کہنے والے نے کہا ہے

رباعی

ما ہیچ نیستم جملہ مائیم
گہ چو مگس گہ چوھمائیم
ما سلطان حقیقتم اما
در کسوت آپ و گل گدائیم

یعنی: ہم کچھ بھی نہیں ہیں جملہ ہم ہیں کسی وقت مکھی کی مانند ہیں اور کسی وقت ہما جیسے ہیں حقیقت میں ہم بادشاہ ہیں لیکن پانی ومٹی کے لباس میں ہم ڈھلے ہوئے ہیں اور نیز کسی دوسرے رازدان عارف نے کہا ہے۔

بیت

درمان عارفان ایں سر پنہاں یافتم
ہر کرا من جستہ بودم ایں خودرا یافتم

یعنی: اس پوشیدہ بھید کو عارفوں کی مجلس میں پایا۔ میں جسے ڈھونڈھ رہا تھا وہ بھی جنسی خود کو ہی پایا۔

اس حضور میں اسراروں ورازوں کی حقیقتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ یہ بہت عمیق وچھپے ہوئے ہیں کہ عام کی سمجھ سے بہت بلند ہیں البتہ یہ عارف جو کہ کامل ومکمل ہیں اور نیز سلوک کی راہوں اور پنجروں کے واقف ہیں وہ اس راز واسرار کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اس حضور کو اس مقام پر ختم کر کے بس کرتا ہوں اور دانا اشخاص اور دانشوروں کیلئے اتنا کافی ہے۔

حضور چہاردہم

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں

سالک کو چاہئے کہ اپنے کو "تخلقوا باخلاق اللّٰہ" کے خلق وزیورات سے مزین کرے اور سنوارے کیونکہ ہر کسی اسم کا تعلق اپنے مسمی کیساتھ ہوتا ہے جن کا تعلق عالم ارواح اور عالم اجساد اور عالم ملک اور ملکوت والوں کیساتھ ہے پس چاہئے کہ اپنے قلب میں ان اسماء کی اچھی طرح فکر کرے تاکہ ان اسماء کی کیفیت اور حال اپنے اندر سمجھ کر اور جان کر اور اس حضور کے حاصل کرنے کے لئے رات خواہ دن بیقرار و بے آرام ہو بڑی کوشش اور سعی کیساتھ مشغول رہنا چاہئے اور خود کو ان اسماء مبارکہ کی فکر میں گرفتار کرے اور نیز اس فکر کا اثر اسکی فطری طبیعت اس وقت قبول کرے گی جس وقت سالک خود اپنے سے ماسواء کے قطروں و وسوسوں کو اپنے دل سے نکال کر خالی کرے گا۔ اس کے بعد فکر سے لذت اور محبت ایسی حاصل ہوگی جس طرح ماں اپنے دودھ پینے والے بچے کے ساتھ لذت وانس لیتی ہے اور خود خطرات و وساوس سے ایسی نفرت آتی رہے گی جیسے ماں کو پرائے بچے کو دودھ پلانے سے وحشت آتی ہے جب سالک کے اندر شغل کی صورت پیدا ہوئی تو پھر اس سے اسم کی حقیقت جوئندہ ہوگا۔

اور پھر اسم سے مسمّٰی کی حقیقت بھانپنے کی جانب متوجہ ہوگا یوں ہی ایک سیڑھی سے چڑھ کی دوسری سیڑھی کی جانب قدم بڑھائے گا اور مسمّٰی کی حقیقت ، ڈھونڈتا رہے گا۔ اور راستے پر ٹھہرنا اور رکنا نہیں آئے گا۔

بیت سندھی

تھز	وٹھے	تان	ہر	گز	ناحق	ڈار	م	ڈور
تگی	لڑ	لامن	جے	بھورا	من	م	بھور
سوئی	صاحب	سور	جیڈانھن	عالم	آسرد

طالب کو چاہئے کہ اس حضور کے شغل میں اپنے وجود کو مکمل محبت وعشق سے یوں جلائے کہ یہ اسم مسمی میں محو ہو جائے جوں اسکی ہستی کا کوئی بھی نام ونشان باقی نہ رہے۔ جب ایسی محویت اور گم شدگی حاصل ہوگی تو پھر اسے حق سبحانہ وتعالی کے وجود کی خلقت کیساتھ مشرف ہو کر پھر اس عالم کی جانب پھرا کر لائے گی تو پھر جیسے تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے خلقوں کے قبا اس کے بت کے قد کے برابر پوری آتی ہے اور اس وقت اللہ تعالی کی نورانیت والے ناموں سے سارے عالم کو تعلق وتخلق اور تعبد سے روشن ومنور کرے گا۔ اور ساری خلق اس کے فوائد سے اپنا نصیب وحصہ حاصل کرے گی پس جو اسم اسکے خلقوں کی حقیقت کا لائق ہوگا وہ اندر تجلی کرے گا اور اسکا تصرف عالم امر اور عالم خلق میں ظاہر اور عیاں ہوگا اور سبھوں کو اپنے قبضہ میں قابو کرے گا اور نیز خلق کے ظاہر ہوتے وقت نئی نئی تجلیاں ظاہر ہوتی رہیں گی اور جیسا کہ کسی وقت غضب اور قہر والی تجلی ظاہر ہوگی اور کسی وقت رحم وکرم کی تجلی اور یوں ہی کسی وقت صبر وشکر والی اور ایسے ہی ان اسماء مبارکہ میں سے ہر ایک اسم

کی تجلی جدا جدا وقت میں اور حالات کے موافق اس میں تجلیاں آتی رہیں گی جیسے اس بات میں ''ثمرۃ الحیوۃ'' کا صاحب نے اپنی اس کتاب میں ایک نقل کیا ہے کہ ایک عارف تھا کہ الہی اسراروں سے واقف تھا اس اھل ظاہر والے نے قاری کے پیچھے عشاء کی نماز ادا فرمائی اور قاری جب قرآت میں اس آیت (هو الله الذی لااله الاهو عالم الغیب والشهادة هو الرحمن الرحیم هو الله الذی لااله هو الملک القدوس یعنی وہ اللہ ہی ہے کہ اسکے وجود کے علاوہ دوسرے کسی کا وجود باقی نہیں ہے۔ وہ غائب خواہ حاضر کو جانتا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور بڑی مہربانی والا ہے وہ اللہ ہی ہے جس کے سواہ دوسرا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ سارے عیوب سے نہایت منزہ و پاک ہے نجات دینے والا اور ہر طرف کا نگہبان اور غالب اور بڑی قوت والا ہے۔) پر پہنچا اور وہ عارف اس نماز میں مسبوق یعنی شروع سے نماز میں شریک تھا اور ان آیات کے ہر ایک اسم مبارک کی حقیقت والی صفات سے رنگا ہوا تھا اس وجہ سے ان اسماء مبارکہ کی تجلیاں اس پر ظاہر ہونے لگیں اور جب قاری جبار اسم پر پہنچا تب اس اسم کی تجلی کی حقیقت عارف پر غلبہ لائی اور جباریت کے شعلہ کا نور عارف کے دل سے نکل کر قاری بیہوش اور بے اختیار ہو کر کعبہ سے منہ پھیر کر اس عارف کی جانب منہ کر کے اس کے سامنے سر رکھ کر سجدہ کیا۔

بیت

تا بر رخ زیبائی تو افتاد زاہد را نظر　　تسبیح زہدش یکطرف ماندہ مصلی یک طرف

یعنی: جب زاہد کی نظر تیرے حسین چہرے اور صورت پر پڑی تب اسکے زہد کی تسبیح ایک طرف تو مصلا پھر دوسری طرف رہا۔

اے دوست تخلق ایسا چاہئے باقی محض اسماء کی گنتی اور خوانی سے فائدہ ہاتھ نہ آئے گا اور نیز یہ بات آشکار و کھلی ہے کہ کسی بھی چیز کا پھل اور مراد سواء محنت و مشقت کے حاصل نہیں ہوتا اور نیز بہت سے سالکین و طالبین نے اس راہ میں اپنی گردنیں اور جانیں قربان کر دی ہیں اور اپنے جگر و سر کا خون دیگر پھر اس سیر و راز کو حاصل کیا ہے۔ اے دوست تو بھی جب تک اس بھید اور راز کو نہیں پائے گا

بیت سندھی

سر ڈیئی سٹ جو گھنین بیت کلان سین
مرنا منھن م موڑ وٹی تپی ودھ لھے

یعنی: اے میرے دوست سچے طالب کو چاہئے وہ یہاں جان و جگر کی بازی لگا کر اپنے محبوب کو ہاتھ کرے۔

بیت

جان بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند جل　　خود تو منصف باش ایں نکویا آں نکو

یعنی: محبوبوں اور معشوقوں کو تو اپنی جان دے نہیں تو اجل یعنی موت خود ہی روح قبض کرے گا۔

پس تو انصاف کر کہ یہ کام اچھا یا یہ وہ کام اچھا۔ اے میرے بھائی یہ مقام ان لوگوں کیلئے ہے جو اپنے جگر کا خون پی کر محنتیں و مشقتیں

کاٹتے ہیں اور نیز دوسرے وہ ہیں جن کا باطن سے درد و سوز کی آہیں نکلتی ہیں اور اگر ایسے حال والے نہیں ہیں تو پھر ان کے لئے مقام نہیں ہے۔

بیت

عشق آسان نیست جاناں کہ بمژ گاں کندں ست
کشتی کاغذ میاں قعر دریا بردن ست

یعنی: اے دوست عشق آسان وسہل نہیں ہے کیونکہ آنکھوں کی پلکوں کیساتھ جبل روندنے ہیں اور نہ کاغذ کی کشتی ہے عمیق دریا کے درمیان سے پرگذر جائے گی اور نیز دوسرے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

بیت

دار را معراج می خوانند سرداران عشق
زایں سبب ہر بوالھوس کے بر سردار آرند

یعنی: عشق کے سردار (یعنی عاشق) کے پھانسی کو معراج کہتے ہیں اس لئے ہر ایک بوالھوس و نام نہاد عاشق کو پھانسی اوپر کیسے لائیں۔

اب اس حضور اور اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے تعلق وتخلق کا ذکر و بیان ہے تب طالب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے اپنے اندر تعلق وتخلق وتعبد پیدا کرے اور انہیں پہچانے تو پھر یہ سارے مرتبے کیساتھ مشاہدہ کرے گا کہ خود آپ ہے جو سارے لباس پہنکر اور ڈھانپ کر اس مقام پر پہنچا ہے۔

بیت

آں بادشاہ اعظم دربستہ بود محکم پوشیدہ دلق آدم ناگاہ بردر آمد

یعنی: اس بڑے بادشاہ کا دروازہ جو کہ محکم بند شدہ ہے وہ انسانی لباس والی گوڈری (۱) پہن کر اچانک دروازے سے باہر آیا اور نیز اس مقام پر یہ حدیث ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ (یعنی تحقیق اللہ عزوجل نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا) تائید کرتی ہے اس جگہ پر آنے کے بعد بندے کے وجود کی صورت اللہ تعالیٰ کے وجود کیساتھ مٹ چکی ہوتی ہے اور نیز بندے کے تعلق وتخلق وتعبد وہ اسکے تعلق وتخلق وتعبد میں مٹے ہوئے ہوتے ہیں اس قسم کے بندہ کبریت احمر یعنی پارس ہے پس اس بندے کا بولنا دوا ہے اور اسکا دیکھنا اور نظر کرم کرنا بیمار طبائع

(۱) فقیرانہ لباس کو کہتے ہیں (از مترجم)

کیلئے شفا ہے اور اسکی صحبت اور مجلس مردہ دلوں کو جلا بخشنے والی ہے۔

رباعی

صحبت ایشاں خاک را اکسیر کرد — لطف شان در ہر دل تاثیر کرد

ہر کہ با ایشاں نشین دیک می — روز محشر او کجا دارد غمی

یعنی: ان کاملین کی صحبت نے مٹی کو پارس بنادیا اور ان کے الطاف ونوازشات نے ہرایک شخص کے دل میں اثر کیا جو شخص ان کے ساتھ صحبت میں ایک پل یا ساعت بیٹھا تو اسکو قیامت کے دن کا کیا غم رہے گا۔اے دوست یہ سب عشق ومحبت کا شور وغلبہ ہے جس نے ایسے اسراروں اور راز کی باتوں کو اس عالم میں لاکر واضح وظاہر کی۔

اس مقام پر شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ نے کتنا نہ خوب کہا ہے

بیت سندھی

موں تاں گھنو لایو پر ورین کشور روشن

رسیو ریزالن کھے زردی منجھان و ظن

ویری مون ورن جن گالھ بدھائی گجھ جی

حضرت مرشدنا خلیفہ محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس مقام پر ہم پہنچے تب عشق نے بڑا زور وغلبہ کیا اور عقل کا اثاث البیت یعنی گھر کا سب اور سامان جو کچھ تھا وہ سب عشق لوٹ کر چھن کر اٹھا گیا۔ پس ہمیں جتنے کہنے اور بتانے کی ضرورت وچاہت تھی وہ بیان کر کے سنادی نہیں تو یہ باتیں ظاہر کرنے جیسی نہیں ہیں کیونکہ محققین اور کاملین کا کہنا ہے **اظہار الاسرار کفر** یعنی اسرار ورموز کا ظاہر کرنا کفر ہے اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ **تکلمو الناس علی قدر عقولھم** یعنی لوگوں سے انکی عقل ودیانت مطابق گفتگو کیجئے۔

اے طالب! تو بلند ہمت اور ہوشیار بن اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سارا تجھے فائدہ دینے کیلئے کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ سب طالبین کی طلب کیلئے ہے جنہیں اس راہ میں کوچ کر کے سفر کرنا ہے اور اگر یہ طلب کی راہ میں سفر نہیں کریں گے اور نہیں چلیں گے تو پھر خود کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی منتھی جماعت والوں میں سے نہ سمجھیں۔ بلکہ وہ مخنثوں اور بیھودوں کی جماعت میں سے ہے۔

قطعہ

اے دل بیھوس بر سرکار نہ رسی — تا غم نہ خوری بہ غم گساری نہ رسی

تا خاک ترا کوزہ نسازند گلالان — ہرگز بہ لب لعل نگاری نہ رسی

تا شاناں صفت تن ندھی درارہ — ہرگز بہ سر زلف نگاری نہ رسی

تا ہچو حنا . سودہ نگر نہ تہ سنگ　　　ہر گز بہ کف پائے نگاری نہ رسی

(۱) اے دل محض آرزؤں اور ہوس سے مقصد کے کاموں نہیں پہنچے گا جب تک دکھ اور غم نہ کھائے گا تب تک غمگساروں اور ہمدردوں کو نہیں پہنچے گا۔

(۲) مٹی کی طرح جبتک کمہار تجھے کوزہ یعنی گلال کر کے نہیں بنائیں گے تب تک محبوبوں کے لال لبوٹ پر کبھی بھی نہیں پہنچے گا۔

(۳) کنگھی کی طرح جب تک اپنا جسم ارہ کے نیچے نہیں دے گا، تب تک معشوقوں کی زلفوں تک نہیں پہنچے گا۔

(۴) حضرت مرشدنا خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حضور کو ختم کرتے وقت لکھتے ہیں کہ اس رسالہ میں فقط اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مجمل طرح لایا ہوں ان ہی کے تعلق وتخلق اور تعبد کی تفصیل اور شرح میرے مرشد قدس سرہ کی تصنیف کردہ شرح (اسماء الحسنیٰ) میں بیان ہوا ہے اسے مطالعہ کریں۔(۱)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام اسطرح ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور پانزدھم

فنافی الشیخ (مرشد کی صحبت کا تصور وفکر)

یعنی مرشد پاک کی (صورت) صحبت کی فکر کرنے کے بعد وہ قادری طریقے کا ہو یا نقشبندی سالک کو چاہیے کہ اول اول اس حضور میں مرشد کی صورت (صحبت) کی فکر اور تصور ایسا کرے جیسے اپنے وجود کو مرشد کی حقیقت وصورت میں محو ومعدوم کرے اور محویت وفنائیت ایسی ہو کہ اسکے وجود کی جگہ مرشد کا وجود ہو اور اسکی حقیقت کی جگہ پر مرشد کی حقیقت رب اور اپنے کو درمیان میں نہ جانے۔ یوں کرنے سے اپنے اندر مرشد کی ساری کمالیتوں کی حقیقتیں کلی یا جزئی خود ہی اپنے اندر پائے گا۔ پس اس صورت وحقیقت سے اوپر آ کر آنحضرت ﷺ اور طریقت کے اپنے مشائخ عظام کی صورت وحقیقت کا تصور کرے اور بڑی ہمت اور کامل تصور کیساتھ اپنی صورت اور حقیقت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت مبارکہ کیساتھ متصل ہو۔ جوں آپ کی صورت مبارکہ اور حقیقت اس پر عیاں ہو اور اسی طرح مرشدوں کی صورت وحقیقت کا آپ میں تصور کرے۔ جسے ظلی واصلی کمالیتوں سے ان کی حقیقت کو پائے اور نیز ان کے مشرب اور مذہب اور انکے اسماء اور تعلق اور امکان اور وجوب اور صفتیں اور شیونوں کے اور مراتب پر مرتبے جنکا انسانی حقیقت کے پوشیدہ اسراروں اور بھیدوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ سب آپس میں اتر کر اور نیز اپنی استعداد موجب ہر ایک جذبے اور سلوک کی راہ حاصل کر کے اسکے بعد "ا" کی جانب متوجہ ہو۔ اور اس جگہ مشاہدہ کر کے دیکھے گا کہ یہ سب واٹر اور نہریں ہیں جو کہ "احدیث" کے دریا سے جاری ہو رہی ہیں جو کہ پھر آ کر اسی دریا میں پڑتی ہیں اور اس مقام پر عالم خلق اور عالم امر کے سارے افراد کی حقیقتوں کا اچھی طرح مشاہدہ کرے گا کہ یہ عالم امر سے رنگ برنگے لباس پہن کر اس عالم خلق میں آئے ہیں اور اپنے اوپر یہ اور وہ کے نام رکھائے ہیں۔ اور درحقیقت ان سب کا وجود ایک ہے کہ معنیٰ سے صورت کی طرف آیا اور صورت سے معنیٰ کی جانب۔

بیت

کسوت دیگر بپوشد جلوه دیگر کند   مظهره دیگر نماید بهر اظهار کردے

یعنی: جب لباس دوسرا پہنے تو جلوہ دوسرا کرے ظاہر ہونے کیلئے مظہر اور دکھائے۔

جب مشاہدہ میں دیکھا اور معلوم کیا اور گوش یعنی کان ان اسراروں کو پوشیدہ کر یعنی ظاہر نہ کر۔

بیت سندھی

صورت لکھے ھت معنیٰ لیکھی ماروئن

عمر منجھی جت اوطاقوں تھرن میں

اس قسم کے عارف ظاہر میں خلق کیساتھ ہیں اور باطن میں حق سبحانہ وتعالیٰ کیساتھ اور نہ انہیں حق تعالیٰ وسبحانہ کا حجاب خلق سے مانع ہے اور نہ ہی خلق کا حجاب حق سبحانہ وتعالیٰ کیساتھ ہونا مانع ہے۔ جب اس مقام پر سالک کی سیر پہنچتی ہے پس وہ کان اور بان ہے کان یعنی حق کے ساتھ ہونے والا ہے اور بان یعنی خلق کیساتھ ہونے والا ہے (الغرض:۔ سالک کو ان ہر دو حالتوں میں حق سبحانہ وتعالیٰ کیساتھ میں ہونے میں مانع نہیں ہے) اس شغل کے ذکر تفصیل بڑی ہے۔

اور یہاں مجمل طور پر لایا گیا ہے اور اگر اسکا تفصیل سے جدا جدا بیان کیا جائے کہ جبکہ رسالہ بڑی کتاب ہو جائے اسی وجہ سے اختصار کو پسند کیا گیا ہے۔ جیسے مشتے نمونہ از خروارے سے جنس کی خبر پڑ جاتی ہے۔ اگر طالب دل کا ہے تو اس مختصر مضمون والی عبارت سے شغل کا مقصد اور مراد جلدی سے حاصل کرے گا۔ لیکن یہاں عالی ہمت اور بلند فطرت اور ذاتی عشق اور محبت کے زیورات سے آراستہ طالب ہووے اور جس نے خود کو بڑی کوشش وہمت کیساتھ آرستہ کیا ہو کیونکہ تیز اور اچانک گھوڑا اپنی تیز روئی کی ہمت کی وجہ سے کم مدت میں اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ پس اگر سالک کی استعداد کمالیت سے ہے تو پھر یہ سارے اسرار فنائی الشیخ میں حاصل ہونگے اور اپنی مراد ومقصد کو پہنچے گا۔ اور یہ پہنچنا بلند ہمت کامل سے ہے۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق مست ے را مرد خسیس ہمت درعاشقاں نگنجد

یعنی: شراب خور عاشق مست کو بڑی ہمت چاہیئے کم ہمت والا آدمی عاشقوں میں نہیں سماتا۔

اور یہ صفت انا بے ہمت کیلئے نہیں ہے اور انکی مثال اس درخت کے سائے جیسی ہے کہ اسے ایک جگہ پر ٹکنا نہیں کسی وقت وہ سایا اس طرف ہے اور کسی وقت اور طرف۔

یا کہ حیوانات کے سے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے میں مشغول ہیں۔ ایسی شخصیتوں کی شان میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا" یعنی وہ چار پایوں کی مانند ہیں بلکہ وہ ان سے بھی راہ سے بہت بھٹکے ہوئے ہیں اس لئے کہ وہ جانور آخرت کے مواخذے والے عذاب سے آزاد ونجات یافتہ ہیں اور وہ انسان الٹا ابدی عذاب میں پھنسے ہوئے اور گرفتار ہونگے اور سچے طالب کا کام ہے کہ رات اور دن طلب میں بے قرار اور بے آرام ہوا۔

بیت

راہ طلب منزل آرام نباشد شد ہمسفر ریگ قافلہ ما

یعنی: منزل کا طالب گام اور راستے پر آرام نہیں کرتا اور ریگستان کے سفر میں ہمارے قافلہ کے ساتھ ہم سفر ہے۔

اے میرے دوست: طلب کی وادی خونخوار اور خطرناک ہے اور دنیا اور عقبیٰ سے ہاتھ اٹھانا ہے۔ جس نے یہ بیت کہا ہے اسکا منہ کاش دودھ سے مملو ہو۔

بیت

مال و جان را تو برویک جاں بباز رائے نزدیک است چرا کردی دراز

یعنی: جا، مال اور جان یکجا قربان کر، راہ نزدیک ہے تو کیونکر طویل کرتا ہے۔

اے دوست! عقل کا عشق کے ساتھ کوئی سمجھوتہ اور کام نہیں ہے اور عقل کو نیز مولیٰ عزوجل کی طلب میں کوئی حیثیت اور وقار نہیں ہے جسکی مثال اس نقل سے عیاں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیس سے پوچھا کہ اے قیس (مجنون) خلافت ہمارا حق ہے یا یزید کا۔ وہ بیچارہ لیلےٰ کے عشق اور محبت میں ایسا گرفتار اور مستغرق تھا کہ اس سوال کا جواب اسکی عقل وفہم میں نہیں آیا پس دل میں جو کچھ تھا وہ زبان پر حرف لاکر کہا کہ حضور خلافت تو آپکا حق ہے اور نہ یزید کا بلکہ خلافت لیلےٰ کا حق ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب سنکر کہا کہ اے مجنوں چلا جا۔ اس خطاب کرنے سے ''قیس'' پر نام مجنوں پڑا۔

بیت

مجنوں عشق را دگر امروز حالت است کہ اسلام دین لیلےٰ دیگر ضلالت است

یعنی: عشق کے مجنوں کی عجیب حالت ہے کیونکہ اسکا دین اسلام لیلےٰ ہے، اور دوسری گمراہی ہے۔

اے طالب! عشق ومحبت کے علاوہ اس راہ میں آنا مشکل ہے بلکہ محال ہے۔ جیسے اس پر یہ حدیث دلیل ہے مَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهُ لَا اِيْمَانَ لَهُ یعنی جسکو اسکی محبت نہیں ہے اسے ایمان کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہے۔ پس تو انصاف کر کے دیکھ کہ ایمان کیلئے محبت کا ہونا شرط ہے اور قاعدہ ہے کہ جب شرط نہیں ملے گی تو مشروط بھی نہیں ہوگا اور نیز درمیان میں تعلق اور واسطے کہ ''ماسوا اللہ تعالیٰ سے مانع اور روکنے والے ہیں۔ کہ وہ کدو خار کی مانند ہیں وہ عشق کی آگ کے بغیر ان کا جلنا مشکل ہے۔ جیسے اس باب میں آیا ہے ''العشق نار یحرق ماسوی اللہ'' یعنی عشق آگ

ہے کہ ماسوااللہ کے علاوہ دوسرے سب کو جلادے۔ عشق کے شہید مخدوم عبدالرحیم منگریو علیہ الرحمہ نے کہا:

بیت سندھی

اوڈیوں جے عشق کیوں عقل سودو آچھ کرے
عشق پھر فرمائے عشق اھڑی راہ جا عقل کھے ادھ کرے

یعنی: جواشخاص عشق کے قریب ونزدیک ہیں وہاں عقل تجارت وحرص کیسے کرے گی کیونکہ عشق غصب کرنے اورلوٹنے کا حکم کررہا ہے۔ عشق کی راہ ایسی ہے کہ عقل کو کاٹ کردوحصے کرے۔ اے میرے پیارے بھائی اس مقام پر عقل کو بیچ کر کھپادے اوراپنے کو عشق کالبادہ پہنا کراور ہوش کو چھوڑ کر بے ہوش ہوجا۔ اس باب میں حکیم سنائی نے حدیقیہ میں کتنا نہ خوب کہا ہے کہ،

نظم

بوالعجب سورۂ ایست سورۂ عشق چار مصحف را در او یک آیت نیست
عشق را بوحنیفہ درس نہ کرد شافعی را در او روایت نیست
حنبل از سر عشق بے خبراست مالکی را در اور روایت نیست

یعنی: (۱) عشق کے عجب والی سورت ہے چاروں مصاحف میں عشق کی ایک آیت نہیں ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کا درس نہ دیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس متعلق کوئی روایت نہیں ہے۔

(۳) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عشق کے راز اور سیر سے انجان ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عشق میں کوئی بھانپ اور خبر نہیں ہے۔

اے طالب! ان ابیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی ان ائمہ پاکاں کو اللہ جل شانہ کا عشق نہیں تھا۔

کسی شخص نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت آپ خلوت یعنی گوشہ میں کبھی بھی نہیں بیٹھتے اسکا کیا سبب ہے اس پر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشاہدے کا ادب خلوت سے جلوت میں زیادہ ہے پس ایسے مشاہدے والے صاحب کو عاشق نہیں بولا جائے تو بھلا اور کیا کہا جائے، اورکسی آدمی حضرت خضر علیہ السلام سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں سوال کیا کہ ان کا مرتبہ کیا ہے اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ زمانے کے ابدالوں میں سے ایک ابدال ہے اور ابدالوں کا مرتبہ نبوت کے قدموں میں سے ایک قدم ہے مطلب کہ ان چاروں ائمہ میں نبوت کے نور نے انہیں ایسا احاطہ اور گھیرہ کیا تھا کہ نبوت کی ولایت کا نور انکے اندر محو وگم ہوگیا۔ ان ائمہ حضرات کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اور آصف برخیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے بھانپنا چاہئے جن کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبیوں میں سے ہے جس وجہ سے اسکا شرف اور فضیلت حضرت خضر علیہ السلام سے بہت بلند ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے یوں ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ آصف برخیا سے بالاتر ہے ان ابیات کا مطلب ومعنیٰ یہ ہے۔ان چاروں صحیفوں میں جو کچھ عشق کا بیان بھاناپا جاتا ہے۔وہ کسی بھی ایک سورت کی آیت میں محدود ومقید نہیں اس لئے کہ سورتیں اور آیتیں رکوع اور سپاروں میں بند شدہ ہیں اور عشق کی کوئی حد نہیں پس انسانی عقل اور ارواح ان چاروں مصاحف سے عشق کی جو بھی معلومات حاصل کرے گا وہ اصل کی بھی نسبت محدود ہوا۔

بیت

ملّت عاشق زملتہا جداست عاشقاں را مذہب ملتہا جدا است

یعنی: عاشقوں کی قوم دوسری قوموں سے الگ ہے عاشقوں کا مذہب وملّت جدا ہے۔جس بات کا بیان وذکر تھا وہ چھوڑ کر کہاں سے کہاں دوسری میں جاپڑے۔یہاں عقل کی باگ بے اختیار چھوٹ گئی۔اور اس ضعیف ولاغر چڑیا کی طرح کہ باز کے پنجے میں آگئی جس نے اسے اپنا طعمہ کر کے کھا چھوڑا اور صرف خود بچا

بیت

عشق آن شعلہ کہ اندر جاں افروخت ہرچہ جز جاناں باقی جملہ سوخت

یعنی: عشق وہ شعلہ ہے کہ جان میں اندر جلتا ہے محبوب ومعشوق کے علاوہ دوسرا جو کچھ ہے اس سب کو جلا کر رکھدے۔اے دوست !عشق کے ساتھ کھیلنا وہ گویا کہ جان سے ہاتھ دھونا اور سرفرازی ہے اور دنیا وعقبیٰ کی قید سے نجات اور آزادی ہے۔اور نامرادی کی صورت میں مراد ہے۔اس باب میں دیکھ کہ بھٹ والے شاہ عبدالطیف قدس سرہ نے کتنا اچھا کہا ہے۔

بیت سندھی

نامرادی نور اونده امید سانگ سسی جو سور کاٹ یہ تھین کاپڑی

یعنی: نامرادنور ہے اور تاریکی امید۔سُسُی کا سانگ یعنی طمع چھوڑ کر کہ کاپڑی ہو۔کاپڑی ہندوؤں اور جوگیوں اور سامیوں کی ایک قسم ہے اس جگہ پر عشق کی بات چلی لیکن وہ مکمل ہونے والی نہیں ہے۔"لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ "یعنی عشق کی معانی اور حقیقتیں سمندر کی لہروں کی طرح گننے سے باہر ہیں۔پس سچی طلب والے کیلئے طلب اتنی کافی ہے کہ کہتے ہیں کہ" اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْإِشَارَةُ "یعنی عاقل کو اشارہ کافی ہے۔اے میرے دوست جو کچھ میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں اسے سمجھنے کی کوشش کر اور یہ سب تیرے اندر ہے اور غفلت کی کپاس کانوں سے نکال اور دل کی آنکھوں سے غفلت کی اونگھ اور جھوٹے چھوڑ کر بیدار ہو بلڑی کے شاہ عبدالکریم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

بیت

ھی کن ڈیئی گا ڈوناں ء بیا کن گنج
تن کھے آچھیج پریاں بنی گالھڑی

یعنی: یہ کان گدھے کو دیکر دوسرے کان خرید کر انہیں محبوب کی باتیں سنا۔ اے دوست! جب تو ایسی فکر کرے گا پس ساری مرادیں اور مقاصد اپنے اندر پائے گا۔ جس جگہ پر آدمی ہے اسکے لئے ایک حرف کافی ہے۔

حضور شانزدھم

صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر اور اسکے ساتھ چار یاروں کی فکر

اس حضور کی فکر کی راہ یہ ہے کہ آپ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لطیفۂ اخفیٰ میں کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس لطیفۂ اخفیٰ میں ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صورت کا تصور لطیفۂ خفی میں کیا جائے ان کا نور اس لطیفے میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صورت کا تصور لطیفۂ سری میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفے میں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تصور لطیفۂ روحی میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفے میں ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی صورت کا تصور لطیفۂ قلبی میں کیا جائے کہ آپ کا نور اس لطیفے میں ہے۔ سالک کو چاہئے کہ شغل کے شروع کرتے وقت پہلے اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرے۔ بالا ترتیب وار سارے ناموں کو انکے لطائف میں پوری ہمت اور دل کی توجہ سے انکی صورتوں کا تصور کر کے شغل میں مصروف ہو اور اس وقت دل کو فالتو اور بے مقصد خیالوں سے ہٹالے اور شغل سے انس و محبت رکھے اور ان کے ساتھ تعلق اور جوڑ اور انس ایسا رکھا جائے کہ جوں فکر کے درمیاں آپ اور اپنا وجود نہ ہو۔

جب طالب کا ہونا فکر میں فنا و گم ہو گیا تو پھر اپنی استعداد و مناسبت کے موجب ان لطائف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ اور چاروں یاروں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صورت تجلی کے ساتھ واضح دیکھنے میں آئے گی۔ (۱)

پس سالک کا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں یاروں رضی اللہ عنہم کیساتھ قرب ہوگا اور محبت کی مناسبت و نسبت ہوگی اتنی ہی ان صورتوں کی پہچان ہوگی اور یہ پہچان نیز سالک کے درجات و مراتب کے تفاوت کے موجب ہے۔ پس جسکی جتنی ہمت اور کوشش ہوگی اسے اتنی ہی صورتوں کے پہچاننے میں کامیابی نصیب ہوگی۔ یہاں پر سالک اگر پوری ہمت و کوشش کرے گا تو صورت سے از خود معنٰی کی حقیقت کھنچ کر واضح ہوگی اور اس وقت لطائف کی نورانیت لطیفوں کے مالکوں کیساتھ عیاں ہونے لگے گی اور ہر ایک کو اسی کے لطیفے کے مقام میں انہیں مشاہدہ کرے گا اور انکے احوال سالک کے قرب موجب واضح ہونگے اور ان حضرات کا قرب بھی انکے مراتب

---

(۱) یہ دیکھنا ظلی ہے نہ حسی جیسا کہ آئینہ میں اپنی صورت میں دیکھنا۔ (از مترجم)

موجب ظاہر ہوگا اسلئے کہ ان کے مراتب میں فرق ہے۔ سارے انبیاء علیہم السلام اور اولوالعزم رسولوں سے اعلیٰ مرتبہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ'' یعنی: میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(از مترجم)

اگر چہ ظاہر میں آدم علیہ السلام سارے جہاں کے باپ ہیں لیکن حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کے اب یعنی باپ ہیں۔ اسلئے کہ آپ کی شان میں آیا ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِیَّةَ یعنی: اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہیں کرتا۔

پس معنوی لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی فضیلت حاصل ہے اور ظاہری صورت میں حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت جزئی ملی ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار یاروں کی کمالیتیں لکھنے اور کہنے سے باہر ہیں۔

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِیْ عَدَدٍ وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِی الْحُسْنِ وَالْقِیَمِ

اس حضور کو حاصل کرنے کا دارومدار نفس (۱) کی تسخیر اور قلب (۲) کا تزکیہ اور روح (۳) کی تجلی اور سری (۴) کی تجلی پر بندھا ہوا ہے یعنی نفس کی پاکیزگی اور قلب کی صفائی اور روح کی ضیاء اور سری یعنی ماسوا سے خالی ہونا ان سب میں پوری کمالیت ہو۔ اور نیز دوسرے حضوروں سے اچھا نصیب حاصل ہوا ہو۔ جو کچھ اس رسالے میں مذکورہ کردہ ہیں اور امید ہے کہ حضوروں والی حالت سے تبدیلی قرب خداوندی کے قریب ہوگا اور عشق سے مشرف ہوکر جذب والا مقام عطا ہوگا اور نیز ہستی والا لباس اس اتار کران حضرات کی کمالیت والا لباس پہنائے گا۔ سالک کو چاہیے کہ اس جگہ پر اسراروں اور عرفان والی معرفتوں کا کمالیتیں زبان پر لا کر واضح نہ کرے۔

کیونکہ ایسی باتیں عام الناس کے سمجھنے سے بالاتر ہیں اور اس حدیث پر عمل کرے کہ ''تَکَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ'' لوگوں

---

(۱) معلوم ہو کہ انبیا کی پاکیزگی اس کی خواہشوں اور آرزوؤں کی مخالفت و نامرادی کرنے میں ہے (۲) اور قلب کی صفائی لا الہ الا اللہ کے جبر ذکر سے ہے (۳) اور روح کی روشنی مراقبے کرنے سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی فکر کی جائے اور (۴) سری یعنی ماسوی اللہ سے خالی ہو کر خود کو اللہ تعالیٰ کیساتھ اور اللہ وا اپنے ساتھ جوڑے اور بیچ میں دوسری میاں کوئی چیز نہ ہو اور ظاہر اور خلق کیساتھ ہونے والی حالت میں نیز باطن میں اللہ تعالیٰ کیساتھ ہو۔

کیساتھ انکی عقلوں کے مطابق گفتگو کیجئے اور نیز کہا ہے "اِظْھَارُ الاَسْرَارِ کُفْر" یعنی اسرار کو ظاہر کرنا کفر ہے اور ان اسراروں کو چھپانا اور مخفی رکھنے میں بڑی کوشش کرے کیونکہ "اَلصُّوْفِیُ مَا ھُوَ کَائِنٌ وَّ بَائِنٌ" یعنی صوفی باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے۔ اس مقام شاہ عبداللطیف قدس سرہ نے فرمایا:

بیت

صوفی	سیر	سبھن	میں	جئین	رگن	میں	ساہ
سانہ	کرے	گا	لڑی	جا	پروڑے		پساہ
آھیس		ای	گناہ	جیکا	کرے		پدھری

یعنی: صوفی کی سیر ہمہ مقامات پر ایسی ہے جیسے سانس رگوں میں۔ ویسے صوفی بھی زبان سے بات نہیں کرتے فقط اپنی سانس ان حضرات کی کمالیتیں بھانپے اس لئے ان کے ہاں راز کی ایسی بات ظاہر کرنا جرم ہے پس اے سالک تو جان کہ اول اور درمیان کی راہ پر توحید کا مقام کہ وہ فرض ہے ہستی والے لباس چھوڑنے کے بعد ان حضرات کی کمالیتوں کو پہنچا جائے کہ وہ سب نبوت کے قرب میں ہیں اسلئے اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم متابعت پر چلنے کی غرض ہے اور وہ کمالیتیں انکی متابعت اور اچھی خصلتوں کے بغیر حاصل نہیں ہونگی۔

بیت

محال	ست	سعدی	کہ	راہ	صفا	تواں	رفت	درجزئے	مصطفیٰ

یعنی: اے سعدی صاف راہ پر چلنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے بغیر مشکل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر چلنے کے بعد سالک کی تقویٰ اور زہد کی وجہ سے اسے درجات ومراتب میں ترقی درترقی کی نوازش ہوتی ہے۔ اور دوسری عبادتوں سے اچھا نصیب اور لذتیں دیکھے گا۔ وہ لکھنے اور کہنے سے بالاتر ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ یعنی اے بلال مجھے راحت دے۔ یعنی اے بلال آذان دو کہ میں نماز سے راحت پاؤں۔ پس جیسے درمیانی راہ توحید کی کمالیتوں اور مقاموں کی لذتیں لینے والا اور مٹھاس والا تھا وہ سب اس مقام پر ان حضرات کے کمالات کے پڑوس میں دریا کے ایک قطرہ کے مانند ہیں اسلئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب پاک میں آدم علیہ السلام کے اولاد کے شرف وشان میں یَاعَبْدِیْ وَ یَاعِبَادِیْ فرمایا ہے یعنی اے میرے بندے کہہ کر پکارا ہے اور یہ عبدیت کا خاص مقام دوسرے انبیاء اور اولوالعزم رسل سے جدا کر کے محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص شدہ ہے اور آپ کی تابعداری اور متابعت کی وجہ سے آپکی امت کو بھی وہی شرف حاصل ہے اور دوسرے انبیاء کرام کی کمالیتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالیتوں کے آگے بڑے دریا سے ایک قطرہ کی مانند ہیں۔ اس حضور میں کمالیتوں کا ذکر اجمال کیساتھ ہوا ہے اور اگر اس ذرے کی مقدار سے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی کمالیتوں کا ذکر تفصیل سے واضح اور روشن بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حضور ہفد ہم

پنج تن پاک حضرات کی فکر کرنا

پنجتن پاک حضرات کی فکر وتصوران پانچوں لطائف یعنی سری، روحی، قلبی، خفی اور اخفیٰ پر ایسا پختہ ومضبوط کیا جائے جیسے پتھر پر نقش و نگار کبھی بھی نہیں مٹتے اور مسخ ہوتے۔ اس حضور کے فکر کی راہ یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور لطیفۂ اخفیٰ میں کیا جائے اور لطیفۂ خفی میں بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اور لطیفۂ روحی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا اور لطیفۂ قلبی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا طالب کو چاہئے کہ جیسے مندرجہ بالا لطیفوں کی ترتیب ناموں سے بیان ہوئی ہے اس موجب ہر ایک نام پاک کو اپنے اپنے لطیفے میں تصور وفکر کرے اور فکر کرتے وقت اپنے انداز میں وساوس وخطرات کو قریب نہیں آنے دے اور اس حضور کی فکر وتصور میں بڑی کوشش وہمت کرنی چاہئے اور کہتے ہیں قیمت المرء ہمت بندے کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق مست مے را　　　　مرد خسیس ہمت در عاشقاں نہ گنجد

یعنی: مست عشاق شراب پینے والوں کو بڑی ہمت چاہئے کیونکہ بے ہمت اور خسیس مرد کی عاشقوں میں گنجائش نہیں۔ ہمت ایسی کی جائے جیسے تصور سے تخیل اور تخیل سے تفکر پیدا ہو اور تفکر سے تفکر لہٗ یعنی جسکے لئے فکر کی جائے اس کی صورت میں مشغول ہو۔ جب صورتوں سے احوالوں کی حالتیں واضح ہونگی تب اسے مذکورہ نام والے لطائف سے رنگ برنگی تجلیاں ظاہر ہونگی کہ وہ ظلی اصل والی تجلیوں سے موصول و متبدل ہوئی ہیں اور یہ ہر ایک عثمان دریا کی طرح ہے اور ان سے نورانیت کی موجیں اور نہریں ایک دوسرے پر پڑ رہی ہیں سالک کی اس وقت نہر ایک ہستی سے مکمل فنائیت پیدا ہوگی اور ان ہستیوں کی کمالیتیں اپنے مزاج مطابق کماحقہ حاصل ہونے لگیں گی۔ رفتہ رفتہ جب اندر میں یہ حالت ہمیشگی کی صورت لے گی۔

تو اپنے وجود سے فانی ہو کر ان سب ہستیوں کے وجود سے بقا حاصل ہوگی پس اگر اپنے آپ کو ڈھونڈے گا تو ان ہستیوں کو پائے گا اور اگر ان ہستیوں کو ڈھونڈ لے گا تو انہیں خود میں دیکھے گا اور اس وقت نیز اس کے مظہر اور وجود بالکل زائل اور فنا ہو جاتے ہیں اور اس کا وجود ظاہر خواہ باطن میں ان ہستیوں کے وجود کے ساتھ واضح ہوتا ہے اور اس وقت جسمانی کثافتوں اور بندگیوں سے شیشے کی طرح پاک وصاف ہو کر معنوی لطائف سے روشن ہوتا ہے اور اسکے علاوہ لایزال کے جمال اور ہی ایمانی حقائق ومراتب کا لباس کہ نہیں پہنا ہے وہ سارا اس کے وجود کے آئینے میں واضح وروشن ہوگا۔ اس وقت سالک آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مسعود کا بھیس اور دوسرے پیغمبروں کے لباس کے اپنے وجود کے حلہ میں درج شدہ ہے البتہ ان کے لباس کی تفصیل جدا جدا ہے وہ اپنے کندھوں پر پہنے گا۔ جب سالک اپنے اندر یہ سارے احوال اور تجلیاں دیکھے گا اور تلذت یاب ہوگا تو اس وقت اس شہ دل کی حقیقت کے ساتھ حق کی صورت اور حقیقت حاصل ہوگی۔

حضور ہشدہم

اولوالعزم انبیاء کرام کی فکر کرنا

اولوالعزم انبیاء کرام یہ ہیں، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

جن لطائف (۱) کی جن انبیاء سے مناسبت وموافقت ہے انکے محل اور رنگ ذکر کئے جاتے ہیں۔ لطیفۂ قلبی حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اسکا رنگ عالم مثال میں سرخ ہے اسلئے کہ اس لطیفے کا تعلق حق سبحانہ وتعالیٰ کے افعال کی صفاتی تجلیات کے ساتھ ہے۔ جیسے خالق اور رازق یعنی پیدا کرنا اور رزق دینا یہ دونوں حق سبحانہ وتعالیٰ کی فعلی صفتیں ہیں اور لطیفۂ روحی حضرت نوح علیہ السلام کے قدموں تلے ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے لطیفے کا رنگ عالم مثال میں سفید ہے۔ اسلئے کے اس کا تعلق سمعی والی صفت سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفے کا رنگ عالم مثال میں یاقوت جیسا ہے کیونکہ آپ کی مناسبت بعید اور علیم والی صفت کے ساتھ ہے یعنی دیکھنا اور جاننا اور لطیفۂ سری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اس کا رنگ عالم مثال میں ہرا ہے کیونکہ آپ کا علم شرونات اور اعتبارات کا ہے اور لطیفۂ خفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم تلے ہے اسکا رنگ عالم مثال میں نیلا ہے اسلئے کہ آپ کا علم صفات سلبیہ کے ساتھ مناسبت وتعلق رکھتا ہے اور لطیفۂ اخفاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک تلے ہے کیونکہ آپ کا علم سارے عالم میں ظاہر و باہر ہے اور نیز رب آپکا رب الارباب ہے کہ یہ سارا قدسی صفات اور تنزیہی صفات کو جامع ہے اس لطیفے کا رنگ عالم مثال میں بہت کالا اور سیاہ ہے۔ جسطرح آنکھ کا محور مکمل کالا ہوگا تو آنکھ کی بینائی کی نظر تیز ہوگی اسی طرح آپکا علم بھی سارے عالم میں روشن اور واضح ہے۔ ان پانچوں لطائف کے اصل عالم امر یعنی عالم ارواح میں ہیں اور ان کی شاخیں اور ٹہنیاں عالم خلق میں ہیں یعنی اس عالم میں یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ازلی ارادے اور عشق کی وجہ سے

اصل کتاب میں لطائف خمسہ کے رنگ ذکر کردہ ہیں ان لطائف کے محل اس مقام پر لکھے جائیں کہ طالبین کیلئے تسکین کا باعث ہوں۔

لطیفہ کا نام	رہنے کی جگہ	رنگ	لطیفہ کا نام	رہنے کی جگہ	رنگ
نفسی	ناف کے نیچے	پیلا	سرّی	سینے کے بیچ	ہرا
قلبی	بائیں پستان تلے	یاقوت جیسا سرخ	خفی	پیشانی کی دو بھوؤں کے درمیان	نیلا
روحی	دائیں پستان تلے	سفید مائل بزردی	اخفیٰ	دماغ	کالا

(۱) لطیفہ نفسی: اس کی جگہ ناف کے نیچے دو انگلیوں پر ہیں اور وہ گوشت کا چھوٹا ٹکڑا آدھے چنے جتنا ہے اس کے رنگ کا نور پیلا ہے۔ لطیفۂ قلبی وہ بائیں پستان کے نیچے ہے اس کے نور کا رنگ یاقوت کے رنگ جیسا ہے اور مقدار اس کی بڑے بیر جتنی ہے، اور بعض اسے مضغۂ صنوبری بھی کہتے ہیں۔ لطیفہ سرّی اس کی جگہ سینے کے درمیان ہے اور رنگ ہرا ہے لطیفۂ روحی: اسکی جگہ دائیں پستان کے نیچے ہے اور اس کے نور کا رنگ سفید اور زردی کی طرف مائل ہے۔ لطیفۂ خفی: اسکی جگہ پیشانی ہے اسکا رنگ خاکستری یعنی نیلا ہے۔ لطیفہ اخفیٰ: اسکی جگہ دماغ کی بالائی سطح میں ہے اور اسکا رنگ بہت کالا ہے اور اسکی مقدار بڑے بیر جتنی ہے لطیفہ نفسی کے سوا دوسرے پانچوں لطائف اولوالعزم انبیاء کے قدموں کے نیچے ہیں۔ ان لطائف کے رنگ بہت ریاضت اور مجاہدے اور سلوک کے سارے سیروں کی منازل روندنے کے بعد دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے اور بات ہے (از مترجم)

انسانی وجود میں آ کر اپنے مدارج ومراتب کی مناسبت کے مطابق جدا جدا مقام اور محل میں وارد ہوتے ہیں۔ اسلئے سالک کو چاہئے کہ جس نبی پاک کا مقام جس لطیفے میں ہو اس میں اچھی طرح فکر و تصور کرے اور اپنے اندر کو ماسوا اللہ والے خیالات و وساوس سے پاک وصاف رکھے اور نیز اپنی محبت پورے شوق اور بے قراری کے ساتھ ہر ایک لطیفے میں ان ہستیوں کی زیادہ فکر کی جائے۔ جوں اس کی بے قراری اور انتظار ہی لطیفوں کے محلات و مکانات میں کھنچی ہوئی ہو۔ یہ صورت اتحاد والی معنوی ہے کہ کسی وقت اس کا مبدا صورت سے معنی کے ساتھ ہے اور کسی وقت معنی سے صورت میں۔ اس مقام پر بلند ہمت اور نیک فطرت طالب کی ضرورت ہے کہ اس کی فکر اور تصور سے جذبہ اور کشش ایسی پیدا ہو کہ بقیہ شغلوں کو کھینچ کر اور نیز فنا والی ماہیت میں پوری واقفیت اور مہارت ہووے۔ کیونکہ مسلوب الفعل ہونا وہ فنا کے بغیر میسر نہیں ہوگا اور بقاء ولقاء وہ بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہے۔

پس چاہئے کہ فناء والی پونجی اور کارکردگی کو لطائف کی ترتیب کے مطابق حاصل کرے یعنی لطیفہ قلبی سے شروع کرے بعد ازاں لطیفہ روحی میں فکر کرے اسکے بعد سری میں اسکے بعد خفی میں اسکے بعد اخفیٰ میں۔ اس اسماء والے انبیاء کرام کا انکے لطائف میں اچھی طرح فکر کرے کہ اس سے نام والے نبی سے انکی حقیقت سے درجہ بدرجہ نیچے سے اوپر کی جانب حقیقۃ الحقائق کی جانب لوٹنے والا ہوگا۔ سالک کو چاہئے کہ پہلے اپنی صورت کو ہر ایک نبی پاک کی صورت میں تبدیل کرے اور اپنے وجود کے تصرف کو ان حضرات کے تصرف کی وجہ سے عاجز جانے بلکہ اپنے وجود کے تصرف سے بے خبر ہو کر ان حضرات کے وجود کا تصرف اپنے اندر واضح کرے اور اس طرح کہتا رہے۔

بیت

من تو شدم تو من شدی	من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں	من دیگرم تو دیگری

یعنی: میں تو ہوا اور تو میں ہوا میں تن ہوا تو جان ہوا۔

تاکہ اسکے بعد کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے اور کچھ حالتوں میں سالک اس فکر کی فکر لینے سے اپنے اندر یہ حالت دیکھے گا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے لطائف سے باہر نکل کر ایک دوسرے سے ملاقی ہو رہے ہیں اور بعضے دوسرے نمونوں سے تو پھر ان سب کو اپنے وجود کی جانب نسبت سمجھے اور ان حضرات کے وجود کی نسبت اپنے اندر از خود دیکھنے آتی رہے گی اور لطیفوں کے قید والے حجاب اور پردے ہٹ جائیں گے یہ حالت اکثر طور پر لطیفوں کی ترتیب پر بندھی ہوئی ہے۔ جس سے اپنے سارے وجود کو لطیفہ والے صاحب کے ساتھ تعلق و تخلق کا پورا اتصال اور پیوند ہووے کہ ان کے انوارات و اسراروں سے متحد ہو کر یگانیت پیدا ہووے۔ اور انکے عروج والے قدموں اور وجود اور شہود کے اصول کی طرف پہنچے وہ فنا و بقا کم یا زیادہ اس کے واسطے سے رجعت قہقری میں آنے کی وجہ سے عروج سے نزول کی طرف اور جمع سے فرق کی طرف آنے سے مشرف و معزز ہوتا ہے۔

بیت

خوشگوں بزم فرق بشد در سرائے وصل　　　بخت بلند آنکه ازیں و بہ آں رسید

یعنی: اس شخص کو خوشی ہے کہ فرق سے آ کر وصل کی حویلی میں آیا اور بخت اسکا بلند کہ وصل سے نکل کر فرق پہنچا اور کہتے ہیں "اَلنِّهَايَةُ الرُّجُوْعُ اِلَى الْبِدَايَةِ" یعنی: منزل کے پورے ہونے کے بعد پھر اصل کے مقام کی طرف لوٹنا ہوتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی کمالیتوں کا مظہر کلی خواہ جزئی وہ سب اللہ تعالیٰ کے انواروں اور عملوں کے حقیقت اور اسراروں سے نیز "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" کے دقائق سے ہیں۔

یعنی: میں نے اپنی روح اس میں پھونکی اور "اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ" کی رمز سے نواز یعنی تحقیق میں زمین میں خلیفہ پیدا کرونگا اور نیز عزت بڑھانے کیلئے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" یعنی اور سکھائے آدم علیہ السلام کو سارے نام۔ کا درس دیکر سرفراز کیا اور نیز عظمت و تعظیم دینے کی خاطر "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ" سے سارے ملائکہ کو انکا مسجود کیا یعنی پھر سارے ملائکہ نے سجدہ کیا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ صفی اللہ ہے تب آپ کی صفت والی کمالیتوں کے ظاہر و باہر ہونے کا دارومدار قلب پر ہے۔ اگر چہ وہ بظاہر صورت میں تنگ اور چھوٹا ہے اسلئے کہ خلقت میں اسکا وجود اور جسم چاروں عناصر سے بنایا ہوا ہے اور وہ کشادہ بھی زیادہ ہے جب طالب خلق سے تنہا ہو کر اپنے خالق پاک کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو اپنے خالق کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور پھر خلق کیساتھ اٹھنے اور بیٹھنے والا تعلق وہ نیز اسکے امر سے ہے، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

اور نیز قلب کی فراخی اور کشادگی سے حکیم مطلق جل شانہ کی عجیب حکمتوں سے ایک عجیب حکمت ہے کہ ایک تنگ مکان میں کلی خواہ جزئی مکاشفات سے کھول کر کشادہ کیا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین سے مشاہدات کو واضح و روشن کرنے والا ہے اور نیز اپنی رہنے والی جگہ کہ خبر (حدیث) سے قلب میں دکھائی ہے۔ جیسے اس حدیث قدسی (۱) میں ہے، لَا يَسَعُنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَآئِيْ وَ لٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ۔ یعنی: نہیں سماتا میں زمین میں اور نہ میں میرے آسمان میں اور لیکن میں مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔ اور نیز قلب خالق و مخلوق کے درمیان میں برزخ کی مانند ہے کہ وہ فاعل الافعال جل شانہ کی فعلی صفات میں فنا ہونے اور ظاہر سے باطن کی طرف اور باطن سے ظاہر کی طرف پہنچنے کا واسطہ ہے اور فعلی صفات کی تجلیات کا مرتب ہونا وہ بھی ان کے ساتھ ہے اور اسکی تکمیل صفوت کی صفات سے ہے کیونکہ وہ سب کی اصل اور فرع کے ظہور کیلئے مادہ ہے، جب آدم علیہ السلام کے جسم والے قالب اور قلب سے ساری کدورتیں اور گندگیاں چلی گئیں تب لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ کے کلمے سے صحیح ثابت مشرف ہوا اور نیز ان سب علوم کا واضح ہونا وہ اشیاء کی حقیقتوں کے پہنچنے سے پہلے ملا ہوا تھا کیونکہ وہ ہر ایک اصل اور فرع کے ظہور کیلئے مادہ ہے جب آدم علیہ السلام کے جسم والے قالب اور قلب سے ساری کدورتیں اور گندگیاں چلی گئیں تب لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ کے کلمے سے صحیح ثابت مشرف ہوا اور نیز ان سب علوم کا واضح ہونا وہ اشیاء کی حقیقتوں کے

(۱) حدیث کی دو قسم ہیں حدیث (۱) نبوی (۲) حدیث قدسی

پہنچے سے پہلے ملا ہوا تھا کیونکہ اس حضرت "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" کے آئینے والے عملوں سے مفوت والی صورت واضح دیکھی تھی کیونکہ فعلی معرفتیں سارے عملوں اور معرفتوں کیلئے گوشۂ اول ہیں جب خالق ہونے والی صفت پہلے ہی واضح ہوئی اس کے ساتھ مرزوقیت بھی واضح ہوئی اور یہ آدمیت والی صفات نیز باطن سے آکر واضح ہوکر آئی ہیں اور علم سے معرفت کی طرف پھر کلی فضیلت اور شرف حضرت آدم علیہ السلام کو ہے اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسکے طفیل ملا ہوا ہے کیونکہ وہ ان سب کا باپ ہے اور یہ دوسرے آپ کی اولاد ہیں معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کمالات کا علم ثبوتی صفات ہیں جن کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔ جب سالک قلبی لطیفے سے ترقی کرکے روحی لطیفے کی طرف آئے اور نیز فعلی فنائیت کے بعد ثبوتی صفات کے مقامات اور احوال کے حاصل کرنے میں منتظر رہتا ہے۔ پس ان دونوں انبیاء کرام کی کمالیتیں اجمالی خواہ تفصیلی اور نیز انکی اصلی خواہ ظلی کمالیتیں اور انکی فضیلتیں امکان اور وجوب والے مراتب میں ظاہر خواہ باطن میں اور ان حضرات کی عظمت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلعت کا مقام اور حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا مقام اور ان حضرات کے مشربوں اور مذہبوں کا تعلق اور انکی عزتوں اور افتادگی اور قرب وبعد کی فضیلتیں کہ وہ انہیں نبوت کے کمالات کی وجہ سے ملی ہیں وہ ساری روحی لطیفے کے فنا اور بقا کے ساتھ متصل ہیں کیونکہ ان سب کمالیتوں اور احوالوں اور مشاہدوں اور مظہروں کا محل وہ لطیفہ ہے اور ان حضرات کا حق سبحانہ وتعالیٰ سے قریب ہونے کی کمالیت وہ نیز ثبوتی صفات سے ہوئی ہے کہ وہ ہمہ صفات کا کہ اصل اور ابتدا ہیں اور ان کے واسطے سے قریبی کی کمالیت کے مرتبے کو پہنچے ہیں۔ ثبوتی صفات والے اسم سات ہیں کہ وہ یہ ہیں (۱) بصیر (دیکھنے والا) (۲) سمیع (سننے والا) (۳) کلیم (کلام کرنے والا) (۴) علیم (جاننے والا) (۵) قدیر (قدرت رکھنے والا) (۶) مرید (ارادہ کرنے والا) (۷) حی (ہمیشہ زندہ)۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دونوں حضرات نبوت کے اصول اور اجمالی صفات کے مراتب کو جامع ہیں اور مقام انکا ایک ہے۔ البتہ فروعی باتوں کی معرفت اور پہچان کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" یعنی یہ رسل ہیں کہ ان میں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت بخشی ہے یہ آیت مبارکہ ان کے حق میں ایک دوسرے سے فضیلت ہونے پر شاہد ہے اور انکے رسول بنا کر بھیجنے میں کوئی فرق نہیں اسلئے کہ "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" کی آیت اس بات پر پختہ دلیل ہے یعنی نہیں فرق کرتے ہم کسی بھی ایک رسول میں۔ پس ان حضرات کے رسول ہونے میں بالکل فرق نہیں ہے مگر جزئی فضیلتیں ایک دوسرے پر رکھتے ہیں۔

پس سمیع اور کلیم والی صفتوں نے حضرت نوح علیہ السلام پر سبقت اور غلبہ کیا کیونکہ اس وقت طوفان کی مصیبت ایک طرف تھی دوسری طرف بیٹے غرق ہونے کی مصیبت میں گرفتار۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ کی سمیع (سننے والی صفت) پر بھروسہ رکھکر اپنی طرف سے کثیر کلام اور گفتگو سے اپنے بیٹے کی نجات کیلئے دعا اور عرض کرنے لگا اور اسکی حقیقی نظر اللہ تعالیٰ کے ارادے پر نہیں پڑتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے کلام اور سوال بابت اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے "اذ نادىٰ نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي وان وعدك الحق و انت

احکم الحاکمین ''یعنی: جس وقت نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب (عزوجل) کو پکارا پس کہا اے میرے پروردگار تحقیق میرا بیٹا میرے گھر کے افراد سے ہے اور تحقیق تیرا وعدہ سچا ہے اور تو حاکموں کا حاکم ہے۔ اگر دل کی نظر سے علم کی حقیقت اور ارادۂ حقیقی سے آگاہ ہوتا تو علیم مطلق جل شانہ سے اسکو بے علم اور جاہل ہونے جیسے خطابات عتاب نہیں ملتے۔ جیسے خود فرماتا ہے ''قال ینوح انہ لیس من اھلک و انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لک بہ علم انی اعظک ان لا تکون من الجاھلین ''یعنی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بیشک وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے اور تحقیق اسکے کام اچھے نہیں ہیں، پس مجھ سے تو ایسی بات کا سوال نہ کر جسکی تجھے خبر نہیں بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو ایسا نہ ہو کہ جاہلوں میں سے ہو جائے۔ اس عتاب ملنے کے بعد جب علم والی صفت سے مشرف ہوا تب اپنی صورت کا معترف ہو کر عاجزی سے عرض گذار ہوا کہ ''رب انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم و الا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین ''یعنی: اے میرے پالنہار بیشک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے قول کے سوال سے جسکا مجھے علم نہیں اور اگر تو نہیں بخشے گا اور نہ رحم کرے گا مجھ پر تو میں نقصان و خسارہ والے لوگوں میں سے ہونگا۔ پھر جب آپکا عذر قبول ہوا تب حق سبحانہ وتعالیٰ کے عتابوں سے چھٹکارہ ملا اور جُہل سے نکل کر علم سے مشرف ہوا اور علم سے دیکھنے والی صحیح آنکھ ہوئی اور نیز حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے اور قدرت کو جیسے ان کی شان ہے ویسے انہیں پہچانا۔ اے میرے دوست یہ نبی پاک پر عتاب نہ تھا بلکہ ایک قسم کا اللہ تعالیٰ سے پاک خطاب تھا۔ جس سے عجز اور عاجزی کی پہچان والی حقیقت اور اسکے اسراروں سے اوپر بھی انعام فرمایا۔ کیونکہ سارے مراتب سے عجز اور عاجزی کا مرتبہ بلند ہے ''العجز عن درک الادراک ادراک'' حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی یعنی اب ثانی بھی کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ساری مخلوق طوفان کی وجہ سے غرق ہوگئی تھی اور کچھ کم افراد بچے جو آپکی کشتی میں سوار تھے اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ تھا معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت جلالی صفات سے تھی جس کا ظہور قہار کی صفت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں قہار اس کا صفاتی نام ہے اور دیکھ کر جلالی صفت کے غلبے کی وجہ طوفان برسات اور پانی کا کتنا نہ زبردست اور مہلک طوفان آیا کہ ساری روئے زمین کو غرق کر چھوڑا اور انکی عمر لمبی اور بڑی ہوتے بھی آپ پر ایمان فقط چالیس آدمیوں نے لایا اگر جلال والی صفت سے کسی قدر جمال والی صفت ساتھ ہوتی تو آپ سے بہت زیادہ فائدہ ظاہر ہوتا اسلئے کہ جلال کے ساتھ جمال والی صفت اور جمال کے ساتھ جلال والی صفت کٹھے ہونے کی وجہ سے کامل فائدہ پہنچتا ہے اور یہ اعتدال والی وصف محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت میں ایسا نہیں ہوا اور خلعت کا مقام کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہوا تھا (واتخذوا ملت ابراھیم حنیفا) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روشن دین کو لے لو یعنی اس کے دین کی تابعداری کرو اور یہ کمالیت آپ کو بصر (دیکھنا) والی صفت کی وجہ سے عطا ہوئی ہے اور بصیر کا مادہ ہے بصیراً اگرچہ صفت ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے اس صفت کا کثیر حصہ عطا ہوا تھا جب آپ پر ان صفات نے غلبہ کیا تب عشق ومحبت کی بے آرامی کے غلبے کی وجہ سے بصر والی صفت باطن سے آکر باہر واضح ہوئی اور نیز اس عالم اور اس عالم کا بصری مشاہدہ آپ کو واضح ہوا اور اس

وقت آفات کی گرفت اور تکلیفوں جیسے امتحانوں میں آزمایا جب پرکھ اور امتحانوں میں سچا ثابت نکلا تب آپ کی صداقت کی کمالیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خلت کا مقام دینا پسند کیا (واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور اس مرتبے ملنے کا سبب تب ہوا جب بدکار نمرود نے آپکو آگ کے ایک بڑے بچ میں پھینک دیا اور اس وقت آپ کے دیکھنے والی آنکھ کی نظر کی تیزی اور علم کے پہنچاننے اور ارادے کی حقیقت آپ پر ظاہر تھی اور نیز پہچاننے والا دل قادر مقتدر جل شانہ کی قدرت کے ساتھ یگانہ اور گرفتار تھا اور اسکی رمتا پر معترف تھا اور سمجھتا اور دیکھتا رہا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خود کر رہا ہے اور یہ بیچ میں محض نمرود اور نمرود کے لشکر کا بہانا ہے

از دست دوست ہرچہ خوری گل شکر بود

یعنی دوست کے ہاتھوں سے جو کچھ کھا رہا ہو شہد جیسا میٹھا ہے۔ اور نیز آپکے وجود مسعود میں ثبوتی صفات کا پورا علم صحیح ثابت موجود تھا جس وجہ سے انہوں کے اپنے اقدام کو ثابت و مضبوط رکھا اور اپنی جگہ سے ہٹنے نہ دیا۔ پس دہکتی آگ میں پھینکتے وقت ملائکہ اور جن آپ سے عرض گذار ہوئے کہ ہم آگ و نمرود اور اسکی قوم کو ہلاک و نابود کر دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی یہ بات قبول نہیں کی اور انہیں سیدھا اور صحیح جواب دیکر لوٹا دیا اور کہا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ علیم ہے یعنی جانتا ہے اور بصیر یعنی دیکھ رہا ہے اور قادر یعنی خود قدرت رکھنے والا ہے۔ ایسا جواب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ آگ پھر کر نور سے بدل گئی اور گرمی پھر سردی اور سلامتی سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم یعنی اور کہا ہم نے اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی۔

گلستان کند آتش بر خلیل

یعنی حضرت خلیل علیہ السلام پر نار گلزار بن گئی۔

اللہ تعالیٰ کی جمال والی صفت جلال پر غالب تھی۔ جس وجہ سے آگ کو ابراہیم علیہ السلام کیلئے نور کیا اسکے اور جلال والی صفت جمال پر غالب تھی کہ نمرود اور اسکی ساری قوم کو ہلاک کیا۔ اور پھر دوسری بار امتحان لینے کی خاطر آپ کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا حکم ہوا یہ امتحان آپ کا ایسے تھا جیسے سونے کو بھٹی میں ڈال کر آگ میں رکھا جاتا ہے کہ اس سے زنگ اور کھوٹ نکل کر خاص سون ہووے۔ ویسے خود کو اس بڑی آزمائش میں سچا کرے۔ جیسے اس باب میں اللہ تعالیٰ فرماتا "قال یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذی تری "یعنی ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ بیشک میں ذبح کر رہا ہوں تجھے۔ پس تو دیکھ کیا رائے ہے تیری یعنی سمجھتا ہے" قال یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء اللہ من الصبرین "یعنی بیٹے نے کہا ہے اے میرے والد تو کر جسکا تجھے حکم ہے جلدی پائے مجھے اگر اللہ نے چاہا صابرین میں سے۔

جب کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر کرنے لگے لیکن جب چھری کو کاٹنے کا امر نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کوئی بھی ایذاء اور تکلیف نہیں پہنچی اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار چھری کو

چلاتے رہتے لیکن چھری ۔:۔ کچھ بھی نہیں کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ اے ابراہیم تیرا خواب سچا ہوا جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رب جلیل کا خلیل اور دوست تھا اور بیٹے کے ذبح کرنے میں آپ کے اندر میں کسی بھی قسم لچک نہیں آئی بلکہ آپکے خلق والی سچائی اور قربانی دینے والی صداقت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دل پر ایسا اثر پیدا کیا کہ رضا پر راضی رہا اور صبر کیا اور رضا پر رہنے کی وجہ سے جانوروں کی قربانی کرنے کا حکم ثابت ہوا اور قربانی ہونے کی وجہ سے آپکا لقب "ذبیح اللہ" (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذبح کردہ سے) مشرف ہوا۔ اے دوست تو اب ان دونوں انبیاء کرام علیہم السلام کے امتحانات میں فکر کر کے دیکھ کہ ان دونوں کے درمیان کتنا نہ فرق ہے حضرت نوح علیہ السلام بیٹے کا غرق ہونا دیکھکر اسکے چھٹکارہ اور سلامتی کیلئے دعا کرنے لگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا حکم ہوا۔ پس اس حضرت نے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے میں کسی بھی قسم کا عذر نہیں کیا۔ پس ندا اور فدا میں عجیب نکتہ اور رمز رکھی ہوئی ہے پس جسے نبی اللہ کے نور سے اور خلیل اللہ کے خلت سے نور لیا ہوا اور مشرف شدہ ہو گا وہ ان دونوں حضرات کے بیچ میں فرق خود ہی سمجھ لے گا۔ جب کہ نبوت کا تعلق ساری خلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس کچھ انبیاء سے کچھ اوقات پر ایسے کام ہو پڑتے ہیں جن سے عام جنس والے کو خاص جنس والوں سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس پر کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے اس نے خبر دی ہے کہ انا اغضب کما یغضب البشر وانا ارضیٰ کما یرضی البشر یعنی: میں غصہ کرتا ہوں جیسے آدمی غصہ کرتا ہے، اور میں خوش ہوتا ہوں جیسے آدمی خوش ہوتا ہے۔ پس وہ انبیاء کرام علیہم السلام کہ مامور ہونے کے درجوں میں بلند مراتب والے ہیں ان کے وجود میں بشری صفت کے ظہور ہونے کی وجہ سے پھر نیچے آتے ہیں۔ پس اس وقت میں ایسے نبی کا غرق اور جدائی خوف سے ندا کرنے میں کوئی حرج وقصور نہیں ہے بلکہ مصیبت کے وقت ندا کرنا نیز نبوت والی کمالیتوں کے ظہور چاروں عناصر سے ہونے کی وجہ سے اسکے پیدا شدہ وجود میں غفلت ہے۔ اس کے ساتھ محو اور اقربیت (ا) اور ظل کی اصل جہاں جڑنے اور جزء کا کل کے ساتھ متحد ہونے والی کمالیتوں کا بھی ورثہ اٹھانے والا ہے اور نیز ندا سے فدا کے ساتھ خبردار اور ہوشیار ہونے کی جفا سے وفا کیساتھ لوٹنا یعنی گناہ سے رجوع ہو کر توبہ کرنا اور علم سے حال کیساتھ متوجہ ہونے اور عین سے وصال کیساتھ وہ سب نبوت کے مقام سے عروج کر کے ولایت کے مرتبے کیساتھ حاصل ہوتے ہیں کہ یہ ولایت نبوت والی ہے اور نبوت سے خلت والے مقام کیساتھ تقرب یعنی قریب ہونا کہ یہ قرب کے اقربیت سے ہے اور خلت سے نبوت کے مقام سے دور ہونا وہ دور ہونا ابعدیت کی وجہ سے ہے اور یہ یہاں خلت کے مرتبے سے دور ہونا وہ ولایت پر نبوت کے غلبہ کی وجہ سے تھا مطلب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولایت پر نبوت کا غلبہ تھا۔ جس وجہ سے ندا کی اور وہ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر ولایت کا غلبہ تھا جس وجہ سے فدا کو قبول کیا جبکہ نبوت والا مقام لوگوں کیساتھ تعلق رکھ رہا تھا جس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قہاری صفت طوفان میں آ کر سب کو پکڑا اور خلت والا مقام نبوت کی ذات میں ہونے کی وجہ سے خلت سے رجوع ہو کر اپنے خالق کی جانب بہت متوجہ ہو رہا تھا اور خلق کے ساتھ تھوڑا بلکہ ثبوتی صفات کے مشاہدوں میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اور خالق اور مخلوق کے الف (ا) یعنی واحد کی صورت وشکل دیکھنے میں آئے گی کہ وہ سب عددوں

(ا) اقربیت یعنی قریب ہونا اور ابعدیت یعنی دور ہونے کی مثال آئینہ سے سمجھیں آدمی جب اپنی شکل آئینہ میں دیکھتا ہے تو آئی شکل بالکل قریب لیکن اگر چاہے تو اسے قریب ہو کر ہاتھ کر دوں تو بھی بھی اسکو پہنچ نہیں سکتا۔ (از مترجم)

کا جمع کرنے والا اور مجموعہ ہے اور مفردوں اور مرکبوں کے ملانے والا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ مشاہدہ اگرچہ صفاتی مقامات میں ہوا ہے لیکن اسے حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کیلئے ثبوتی صفتیں وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ پس حضرت خلیل علیہ السلام کو قرب کا حصہ صفات کے واسطے سے عطا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقربیت والا حصہ ذاتی ملا ہوا ہے حضرت خلیفہ مرشد صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں دوسری باتوں کے بیانوں اور فکروں کے عیانوں میں آکر پہنچا اب اصل والی بات کو ذکر کرتا ہوں کہ نبوت والا مقام جس کی توجہ خلق کیساتھ ہے جس وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو اول ہونے کی وجہ سے فضیلت کا شرف وکمال ہے اور خلت کا مقام جسکی توجہ خالق کے ساتھ بہت ہے۔ جس وجہ سے یہ عظیم مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا ہوا ہے پس ہر ایک ہستی اپنے مقام وزمانہ کی صاحب ہے اور نیز اپنی قوم اور امت کا صاحب ہے۔

ہر یکے صاحب قران دیگر است

یعنی: ہر ایک زمانے کا صاحب ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی کتاب میں کہ آپ کا ملفوظ مبارک ہے۔ جس میں انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی فضیلتوں کے متعلق مختصر الفاظ سے تحقیق وتشریح اس طرح کی ہے "منها محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" یعنی اور ان میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی ہے کہ جو سارے رسولوں کی سردار ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگرچہ انکے مرتبہ اور سزاوار اندازے موجب ذاتی تجلی سے حصے ملے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفسی ای لذاتی یعنی میرا نفس اور میری ذات کیلئے جیسے لفظ کیساتھ مخاطب ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "روح الله" کا کلمہ دیا۔ اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ آپکی مشابہت بڑی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفتوں کی تجلیوں کا مقام حاصل ہے کہ انکی نظر صفات میں تیز تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص شان ہے کہ آپکو تجلی ذاتی والا مقام حاصل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انکی لیاقت وقابلیت موجب صفات کی تجلی حاصل تھی۔ پس اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا افضل ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہے اسلئے کہ آپ رتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رتبے سے بڑا ہے اور نیز آپ کی نظر تیز تھی۔ ان حضرات کے بعد حضرت نوح علیہ السلام افضل ہیں کہ آپ کا صفات والا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفات سے کچھ بلند تر ہے۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفات والی تجلیات میں خاص مقام حاصل ہے کہ آپ کی نظر صفات میں تیز تھی اور یہ وصف دوسروں میں نہیں تھی لیکن آپ کی اولاد امجاد کو آپکے تابع ہونے کی وجہ سے اسی مخصوص مقام سے حصہ عطا ہوا ہے کہ یہ سب فروع ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ہے۔ میرے (۱) رب نے اپنے فضل وکرم سے مجھے جو کچھ سکھایا اور الہام کیا وہ میں نے بیان کیا اور زیادہ علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ سب سے زیادہ جانتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمالیتوں کی نشانیاں یہ ہیں اللہ تعالیٰ اور آپکے

(۱) تحدیث نعمت کے طور پر اظہار حقیقت ہوا ہے جو کہ سنت ہے۔ (از مترجم)

درمیان کلام ہونے کی وجہ سے عزت والا ہونا اور قرب و اقربیت کی کمالیت اور حجابات کے پردوں کے مابین سے انوارات کی تجلیات کے ظاہر ہونے سے مشاہدہ کرنا اور جلال و کمال کا ظاہر ہونا جیسے دوسرے کام جن کا آپکے احوال و مقامات کیساتھ خصوصیت ہوئی ہے اور یہ قرب اور مشاہدے کہ تنزیہی اور تشبیہی شواہدوں سے واضح ہوئے ہیں جن کا تعلق شیونات و اعتبارات پر رکھا ہوا ہوتا ہے کہ تنزیہی تشبیہی سے گوئے لیتی ہے اور شجر میں جو نورانی تجلی دیکھنے سے مشرف ہوا اور خود "انی انا اللہ" کی قال سے نوازا گیا۔ یہ بات تنزیہی سے نہیں بلکہ تشبیہی کیساتھ دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ان دونوں اسباب یعنی تنزیہی اور تشبیہ سے خالی ہے پس اسکا کلام تمثیل کے ذریعے سے تشبیہی کی مثال میں ہوا ہے اور نیز کلیم جل جلالہ کا کلام سوائے کسی تفصیل کے مجمل تھی یعنی محض "انی انا اللہ" کی آواز اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام وہ زیادہ پوچھنے سے تھا اسلئے "کلم اللہ موسیٰ تکلیماً" کے مخاطب ہونے سے کلیم اللہ کا خطاب ملا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر آپکا ذکر دوسرے انبیاء سے زیادہ آیا ہے اور آپ اپنی معرفتیں افعالی خواہ صفاتی معرفتوں سے بہت بلند ہیں کیونکہ آپکی معرفتوں کا تعلق شیونات و اعتبارات پر مندرج ہے کہ وہ صفات سے ایک قدم اوپر ہیں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات کے بالکل نزدیک ہیں۔ وہ ہی سبب ہے کہ شیون و اعتبارات کے اقربیت آپکے دیدار کیلئے خواہش مند ہوئی کیونکہ شیونات میں سے شیون بھی ایک شان ہے کہ صاحب شان کی طرف پہنچنے کے لیئے ایک کشادہ راستہ ہے۔ اور آپکا مشاہدہ بسیط ہے اور جلوے کو بھی شان کہتے ہیں۔ جب معشوق کا جلوہ اور چمک یعنی پر تو عاشق پر پڑے تو عاشق کو بیقراری اور بے آرامی پیدا ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کلام سنا تب عیانی (ظاہری) آنکھ سے دیکھنے کے لیئے بے قرار ہو کر کہنے لگا "قَالَ رَبِّ اَرِنِی اَنظُرْ اِلَیکَ قَالَ لَن تَرَانِی" یعنی: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے دکھائی دے کہ میں تجھے دیکھوں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ ولکن انظر الی لجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی یعنی لیکن تو جبل کی طرف دیکھ پس اگر اس نے اپنی جگہ قرار پکڑا تو پھر میرا اقریب ہی تو میرا دیدار کرلے گا۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا، یعنی پس اس کے رب نے جبل پر تجلی فرمائی تو جبل کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام زمین پر بے ہوش ہو کر تشریف لے آئے۔ پس جلالی صفت کے مشاہدے ظاہر ہونے کی وجہ سے جبل جل کر راکھ ہو گیا اور حق سبحانہ تعالیٰ کے غیر تمندانہ شعاعوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کرنے والے گھر اور خواہش کو فنا کر دیا۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اس ضعیف پرندے کی طرح ہو گئی جو اڑنے کے قابل نہ رہے، اور بے ہوش ہو کر زمین پر گرے یعنی تجلی کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکے، اور دیکھنے والا مقام آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور نیز آپکی امت کے کاملین جو کہ مکمل ہیں انکے لئے بھی۔ اس لئے کہ یہ مشہور ہے کہ جہاں سے بادشاہ کی سواری گذرتی ہے تو اس راہ سے اس کا لشکر بھی گذرتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دماغ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے گلوں کی خوشبو پہنچی تب ان کی روح ان خوشبودار پھولوں کی حقیقت کو دیکھنے کیلئے خواہش مند اور عاشق ہوا اور آپ کے عشق کی جلالیت اور قرب کی کمالیت نے آپ کو کھینچ کر بہت قریب کیا۔ اس قربت کی وجہ سے علم الیقین سے مشرف ہونے کی وجہ سے حق الیقین کا خواہش مند اور طلبگار ہوا جب کہ حضرت موسیٰ میں ایسی ہمت کہاں تھی کہ صرف تجلی کی تاب نہ لا سکے اور اپنی فطری طبیعت دیکھنے کیلئے

آرزو کر رہے تھے۔ مخدوم عبدالرحیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بیت

هڙ ميں هڏ هين کين همت هزارن جي

یعنی ذنبیل گھڑی میں کچھ بھی نہیں ہے، ہمت ہزاروں کی کرتا ہے اور نیز بھٹ والے شاہ قدس سرہ نے اس باب میں کتنا اچھا اشارہ دیا ہے۔

بیت

ناھي کود کرت متھي سر سوداگري

یعنی کرت کا شوق ہی نہیں اور خیال پھر سوداگری کے طالب کو۔ نیز قرب خداوندی کیلئے ایسا ملکہ پیدا کرنا چاہیے اور نعمت بھی ایسی کرے جیسے اس حاصل کرنے کیلئے اپنی جان سے ہاتھ اٹھا کر اور اسکے لئے حیران و ششدر ہو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر پگھلا کر اسکے عشق میں مخمور رہے اس باب میں دانائے راز حافظ شیرازی فرماتا ہے

بیت

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید

یعنی: طلب سے ہاتھ نہ اٹھاؤں جب تک میری مراد پوری ہو یا تو میرا لاشہ محبوب کو پہنچے یا دم پرواز کرے۔

یعنی دو قسم ہیں یا تو وصال ہوگا یا دم دونگا (یعنی سانس) اور مراد سے نہ ہٹوں گا کہتے ہیں "قیمة المرء همة" یعنی مرد کی قیمت ہے اس کی ہمت۔

بیت

ہمت بلند باید عشاق ہے ہست را مرد خسیس ہمت درعاشقاں نگنجد

یعنی ہمت چاہئے بلند مست عشاق شرابخور رندگان کو خسیس ہمت والے بندے کی عاشقوں میں گنجائش نہیں ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اسکے ساحروں سے جتنے طرح طرح دکھ مصائب ملے تھے اور سہنا کوہ کی جانب جاتے وقت اور آپکی اہلیہ جو کہ قریب الولادت تھی اسکی تکلیف اور اس وقت جبل پر بارش پڑ رہی تھی اور اسکے علاوہ دوسرے کئی مصائب آن پہنچی تھی جن کا مذہبی کتب میں ذکر ہو رہا ہے۔ ان تکالیف کا بیان ان چند اوراق والے رسالے میں نہیں لایا جا سکتا۔

وہ سب تکالیف و مصائب برداشت کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام درجات و مقامات کی کمالیت والی رموز میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے اور رنگ سے نکل کر بے رنگ کیساتھ متصل ہونا اور کثرت سے جدا ہو کر وحدت کے مجموعے میں آنا اور علم سے بے حال ہو کر حیرت

میں جذب ہو جانا اور نور کی روشنی سے آ کر تاریکی مقامات میں تنہا ہونا اور علم سے بحال ہو کر حیرت کیساتھ جذب ہونا ان ڈھکے چھپے خزیوں سے واضح ہونے کا تعلق لطیفۂ خفی کیساتھ ہے کیونکہ یہ اسراوں کے خزانے اور پوشیدہ کانیں ہیں اور نیز ایسے رموز جنکا تعلق لطیفۂ خفی کیساتھ ہے انہیں چھپانا واجب ہے۔ کہ کہا ہے۔ ''اِظْھَارُ الْاَسْرَارِ کُفر'' یعنی راز کو ظاہر کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ اسرار تاریک رات کی مانند ہے۔ اور نیز نشہ آور شربتوں جیسے ہیں۔ یہ نشہ آور ایسا ہے کہ ہر کسی ہوش والے کا ہوش چھین کر بے ہوش کر دے۔ اور جو لوگ دم اور جان کا سودا کرنے والے ہیں وہ اس کے پینے والے ہیں۔ اس مقام پر طالب کا وجود اور ہستی دونوں بیکار ہیں۔ اور یہاں خود کو محو کرنے اور نیستی کی ضرورت ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بیت

قرب حق از جسد ہستی رستن ست — قرب نی بالا ز پستی رفتن ست

نیست راچہ جائی بالا پست و زیر — نیست رانی زودنی دیر ست و دیر

کارگاہ گنج حق درنیستی ست — غرہ ہستی مشو کان نیست چیست

یعنی: حق سبحانہ وتعالیٰ کا قرب ہستی کی قید کے چھٹکارہ سے ہے، قرب پستی سے نہ بلند سے چلنا۔ حق تعالیٰ کے حضور میں نیستی خزانہ ہے اس وجہ سے تو ہستی پر آکڑ نہ کر۔ کیونکہ ہستی ہے کیا اور کیوں کہ یہ نیست ہے یعنی فنا۔

اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے

بیت

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی — نیستی جو گر تو ابلہ نیستی

یعنی ہستی کیا چیز ہے آئینہ نیستی ہے نیستی کو تلاش کر اگر تو نادان نہیں ہے۔ وہ ہی سبب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشاہدہ بے کیف و بے جہت ہے اور آپکا علم نیستی کا ہے اور آپ کی معرفت بے رنگی ہے، اور آپکی دوسری کمالیتوں کو نیز اسی قبیل سے تصوّر کرنا چاہئے یہ معرفت حق کی ذات کے قریب ہونے میں شیون اور اعتبار کے قرب سے بہت زیادہ قریب، بلکہ زیادہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس جگہ ہمہ نسبتوں اور مطلقاً علیٰ الاطلاق تعلقات کا ساکت کرنا اور کیف سے بے کیف اور چوں سے بے چوں ہونا سے وحدت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ''التوحید اسقاط الا ضافات'' والا قول اس بات پر شاہد ہے، یہاں کیا نقل کیا صفتیں کیا شیون اور کیا اعتبار ان سب سے مسلوب ہونا ہے اور سلب والا وجود ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلّی سے تعبیر کردہ ہے اور اسکے ساتھ پہنچنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اصل والی تجلیات کی کشش کی وجہ سے عکس والی تجلیات میں پہنچا ہے۔ اس بات کو بڑی سمجھ والا سمجھے گا جس نے چکھا نہیں اسے لذت کا کیا پتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

ولادت میں دو واسطے ہیں ایک انسانی واسطہ ہے دوسرا ملکی، بلکہ ملکی بھی نہیں ہے محض نفخ کا انتفاخ ہوا ہے کہ وہ ملائکہ (۱) کی پیدائش اور جان سے بہت لطیف ہے اور جب آپ کی ولادت ہوئی تب آپکے وجود مسعود میں نوری حضوری کمالیت والے مراتب ظاہر ہوئے پہلا مرتبہ ملکی دوسرا مرتبہ انسانی۔ اور لطافت کی کمالیت کے سبب سے ''روح اللہ'' کا لقب ملا اور اسی لقب و نام سے ''لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ'' کے کلمے سے مشرف ہوا۔ اسی وجہ سے آپکی قوم نے مغالطہ میں پڑ کر آپ کو ''ابن اللہ'' کے نام سے پکارا۔ اور آپ کو اسی حماقت کی وجہ سے ثالث ثلاثہ ثابت کرنے لگے اور یہ سارا کچھ ان پر سکر کی تاریکی کا غلبہ تھا کیونکہ ان کا علم و نور جہل و ظلمت میں بدل چکا تھا یہ راز اور بھید ایسا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے اور صوفیوں کی غلطیوں کے صدور کی جگہ ہے۔ پس جو شخص جہل اور محو سے نکل کر علم و صحو سے مشرف ہوگا وہ از خود اس سر و بھید کی حقیقت کو جانے گا اور بھانپے گا۔ پس اس راز کو چھپا کر اور ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔

نظم

سر عیسیٰ را اگر جوئی ز روح اللہ جوئی	کین تناسب در لطافت از لطیف آمد پدید
این ''نفخت فیه من روحی'' بآدم اصل داشت	در وجود عیسوی در اصل وصل آمد فرید
وصل و اصل اندر وصال معنوی یکتا شده	گہ ز آدم شدید و گہ ز عیسیٰ شد شہید
در نفوخ عیسوی شد از ملک یکواسطه	و آن ز آدم مرتفع در نفخ اللہ وحید
بود این از قرب اسرار حقیقت در وجود	متصل و آن از صور ارند حقائق منفرید
آدم از قرب تنزل آمد از خالق بخلق	بس قرین و عیسیٰ از قرب تعرج بس بعید
شد از ان رواز صفات افعالی آدم مستفیض	از صفات سلیب عیسیٰ ز حق شد مستفید
نفخ آدم را و عیسیٰ را اگر گویم بشرح	شرحه شرحه گرد اصدر جہان ناید پدید
این قدر بس در فهم آنکه فہمش فائق ست	ہر کہ زین بگذشت بگذشت از ہم گفت و شنید

یعنی (۱) اگر عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت کا سر اور بھید معلوم کرنا چاہتا ہے تو روح اللہ سے ڈھونڈھ۔ کیونکہ لطافت ہونے میں یہ مناسبت لطیفے کے اسم سے واضح ہوئی ہے (۲) یہ '' نفخت فیه من روحی '' کی اصلیت حضرت آدم کیساتھ رکھی ہوئی ہے حضرت عیسیٰ کے وجود میں اصل سے وصل میں زیادہ ہے۔ (۳) معنیٰ کی وجہ سے وصل اور اصل وصال میں ایک ہی ہوا ہے کبھی حضرت آدم علیہ السلام سے ظاہر ہوا اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا حاضر۔ (۴) نفخ والی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک واسطہ سے ملائکہ سے ہے اور وہ نفخ اللہ والے حال میں حضرت سے تنہا اور بہت بلند ہے (۵) قرب سے ان اسراروں کی حقیقت (انکے) وجود میں ملی ہوئی تھی (۶) حضرت آدم

(۱) یہ اشارہ ''فنفخنا فیه من روحنا'' کی آیت کی جانب ہے (از مترجم)

علیہ السلام قرب سے تنزل کی طرف آیا خالق جل شانہ کی طرف سے خلق کیساتھ ہوا نسبت رکھنے والا ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلق سے بہت دور ہو کر قرب سے عروج حاصل کیا (۷) اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام فعلی صفات سے فیض لینے والے ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلبی صفات سے فائدہ لینے والے ہوئے ۔ (۸) اگر میں آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نفخ کی شرح کروں سارے جہاں کے لوگوں کے سینے شرح ہو جائیں تو بھی وہ شرح پوری نہ ہوئی (۹) پس جس شخص کا فہم سمجھنے میں اعلیٰ و بلند ہے اس لئے اتنا کافی ہے ۔ پس جس نے اس حال سے گذر کیا اس نے ہمہ گفت و شنید سے گذر کیا ۔ اور اسکے مقام وصیت اور پاکیزگی پر یہ بات شاہد ہے کہ دوسرے سارے انبیاء علیہم السلام سے مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم والے مرتبے کیساتھ متصل ہے ۔ اور نیز ہر دو لطائف کا رنگ یکساں بنا ہوا ہے یعنی لطیفہ خفی کا رنگ نیلا کالا ہے اور اخفیٰ کا رنگ کالا ہے پر اسکا رنگ پہلے سے بہت زیادہ کالا ہے اور رنگوں کی کمی بیشی کا سبب قدم والے صاحبوں کی کمالیت کے درجات کی مناسبت سے ہوا ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ دوسرے سارے انبیاء سے جدا ہو کر آپ ﷺ کیساتھ یگانیت کا قرب اور ایک دوسرے کے ساتھ مواصلت یعنی جڑنے کا تقرب وہ آپکی خاص کمالیت کی وجہ ہوا ہے کہ آپ پھر اس دنیا میں آکر آپکی امت میں داخل ہونگے ۔ اور آپ چوتھے آسمان پر ملکی صفت کے غلبہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ آپکا مرتبہ دوسرے انبیاء سے زیادہ ہے کیونکہ ان ہستیوں اس ظاہر والی صورت کو عبور کر کے سچے دیس میں جا کر آدمی ہوئے ہیں اور آپ چوتھے آسمان پر اس ظاہری صورت میں ملائکہ کیساتھ سکونت پزیر ہیں کہتے ہیں الجنس مع الجنس جنس جنس کے ساتھ ہوتی ہے بوئے جنسیت کند جذب صفات جنس والی بوء صفات کو کھینچتی ہے اور نیز آپکے معجزات دوسرے انبیاء سے زیادہ ظاہر ہوئے ہیں جیسا کہ مردوں کو زندہ کرنا اور نابینوں اور برص والے اور جزام والے لوگوں اور دیگر لا علاج مریضوں کو خطرناک بیماریوں سے نجات دینا اس قسم کے اور بھتیرے معجزے آپسے ظاہر ہوئے آپ ﷺ کی کمالیت والی معرفتوں سے یہ ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو دیکھنا اور وہ دیکھنا آپکی صفات و شیونات اور اعتبارات کے حجابات کے علاوہ ہوا ہے اور نیز قاب قوسین او ادنی ما او حی الی عبدہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اور عینی معاینوں کا مشاہدہ اور انتہی کے مقصد کو پہنچا اور تدلی کی وجہ سے قریب ہونے کا شرف آپکو ملا اور نیز آپکے ما کذب الفوا د ماری افتمارونہ علی مایری کی حقیقتیں روشن ہونا ترجمہ: نہ جھوٹ بولا آپکے دل نے اسکا جو دیکھا اسنے کیا پھر تم شک کرتے ہو اس ذات پر جو اس نے دیکھی اور نیز ولقد ری من آیات ربہ الکبری بڑی نشانیاں دیکھ کر ان پر ثابت قدم رہنا یعنی اور بیشک دیکھی اس نے اپنے رب کی نشانیاں اور نیز زمیں سے عروج کر کے آسماں کی جانب اور آسماں سے زمیں کی جانب نزول کرنا اور تیز ذات مقدس کی صفات عالیہ سے خلق لینا یہ سب لطیفے اخفی کے جاری ہونے سے کھلتی ہیں ۔ کیوں کہ یہ لطیفہ آقا ﷺ کے اقدام تفسیہ کے تلے ہے ۔

اور یہ لطیفہ سب لطائف سے اعلیٰ اور بلند ہے اور دوسرے لطیفوں سے اس لطیفے کا مقام دماغ ہے کہ وہ سارے لطائف کی جگہوں سے شرافت میں بڑھ کر ہے کیوں کہ دماغ سارے اعضاء کا رئیس ہے اور اس لطیفے کے رنگ کا نور بہت زیادہ کالا ہے کیوں کہ دوسرے سارے لطائف کے رنگ اس میں فنا ہوئے اور اس نور کی بصارت والی سیاہی عارفین کی سیاہی کی آنکھوں کے تارے کیلئے کحل البصر ہے اور ان کی

بصارت کوروشن کرتی ہے اور جس دیکھنے والی آنکھ میں سفیدی زیادہ ہوگی تو اس میں سوائے تاریکی کے کوئی بھی نورانیت نہیں ہوگی۔

بیت رباعی

مردم عین بصارت را بود نور سیاہ آنکہ اسود تر منور اندر نظر بینا تراست
چشم کور اندر سرشت خلقت آمد بس سفید آنکہ ابیض تر بود اندر نظر اعمیٰ ترست

(۱) آنکھ کے تارے کا نور کالے رنگ کا ہے پس وہ جیسے بہت زیادہ کالا ہوگا تو دیکھنے والا نور زیادہ صاف ہوگا۔
(۲) اور جس اندھے مادرزاد کی پیدائش کی خلقت میں سفیدی زیادہ آئی پس جیسے یہ سفیدی زیادہ ہوگی تو دیکھنے سے بلکل اندھا ہے اسی تاریکی بابت مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی علیہ رحمۃ اس طرح خبر دیتے ہیں۔

بیت

بیا سب سکن سوجھرے تون اونداہ آراما

یعنی دوسرے سب روشنائی کی آرزو و تمنا کررہے ہیں اور اوندا (تاریکی) میں آرام ملتا ہے۔
اور یہ کالا پن غیب کی تاریکی سے نکلا ہے اور پھر غیب الغیب کی طرف جذب ہوتی ہے اور جبکہ آپکا لطیفہ دوسرے سب سے لطیف اور سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور آپکی نورانیت سب سے شرافت میں اعلیٰ اور اشرف ہے تو پھر آپکی کمالتیں اور مراتب نیز سارے انبیاء اکمل اور اعلیٰ ہیں کیوں کہ آپ احسن المخلوقات اور اشرف البرایا ہیں۔

شعر

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ والہ

یعنی کمالتیوں سے آپکا رتبہ بلندی کو پہنچا۔ اور آپکے جمال سے تاریکی روشنیوں سے ظاہر ہوئی اور آپکی ہمہ خصائل اچھی اور نیک ہیں اور تم سب آپ ﷺ پر اور آپ کی آل پر صلوٰۃ پڑھو۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد
معدن الجود والکرم وعلی الہ بارک وسلم

اور آپ ﷺ کی کمالتیوں اور فضیلتوں میں سے ایک ایسی قسم ہے جس کیساتھ دوسرے انبیاء برابر نہیں جیسا کہ پچھلے سارے انبیاء کا کعبہ بیت المقدس تھا جس کی طرف سجدہ کرتے اور اس میں کھڑے ہو کے عبادت فرماتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو جدا کعبہ انعام ہوا اور نیز بیت المقدس کی طرف نماز میں تھے تو آپکو کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا امر ہوا۔ فول وجھک شطر المسجد الحرام یعنی

پس تو اپنا منہ کو مسجد حرام کے کسی حصے کی طرف پھرے اور یہ خصوصیت صرف آپکو عطا ہوئی کہ کعبہ کا صاحب خود ہوا پس جب بیت المقدس کے کعبے کی صورت بیت الحرام کی طرف تبدیل فرمائی تب بیت المقدس سے مسجود ہونے والی حقیقت بھی ساقط ہوئی اور کعبہ کی طرف مسجود ہونے کے ساتھ آپ ﷺ فائیز ہوئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں یہ حدیث اخراج کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد میں سات سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے پس کسی صحابی رسول ﷺ نے یہ بات سنی تو اس نے ادھر جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیوں جارہے ہو۔ اس صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کل آپ نے بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بتائی وہاں نماز کے ثواب کیلئے جارہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب بیت المقدس کی مسجد میں سات سو نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور انا من نور اللہ والعلم کلہ من نوری کا شرف بھی ایک ساتھ مخصوص ہے (ترجمہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور سارا جہاں میرے نور سے ہے) اور لو لا خلقت الافلا کلما اظہرت الربوبیہ ۔یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان نہ بناتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ہی ظاہر نہ کرتا۔ والی خصوصیت آپ کے ساتھ خاص ہے اور آپکی تعظیم وتکریم بڑھانے کے لئے جہاں والوں کو آپکی اطاعت وتابعداری کرنا لازم اسی وجہ سے فرمائی کہ آپ ختم الرسول ہیں جیسے اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے قل ان کنتم تحبونالله فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی آپ ﷺ فرمائیں لوگوں سے اگر تم اللہ عزوجل سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو تو اللہ تعالی بھی تمہارے ساتھ محبت کرے گا اور دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی شان فرماتا وما اتا کم الرل فخذوہ وما نہا کم عنہ فا انتھوا یعنی اور رسول جس چیز کا تمیں حکم کریں وہ تم لے لو اور جس سے روکے پس تم اپنے آپ اس سے روکو اور نیز سب اوالوالعزم انبیاء کا علم حال :ہو خواہ کمال کا ان کا علم اصولی خواہ فروعی وہ آپ کی ذات بابرکات کی اندر کماحقہ موجود تھا اور آپ کا علم سارے انبیاء سے بہت بلند تھا اور آپ کی کمالتیں آپکی کمالیت کے مدمقابل بڑے دریا کے آگے ایک قطرے کی مانند کیوں کہ آپ ﷺ اول الفکر اور آخر العمل ہیں یعنی آپ خلقت میں پہلے ہیں اور اس عالم کی طرف آنے میں آخری ہیں اور آپ کا علم ومعرفت جہان والوں پر ظاہر وبین ہے اللہ تعالی کے حضور میں پہونچنا نیز بے کیف اور بے جہت اور بغیر صفات افعل، شہوتی اور شہونی کے ہوا اور آپکا دیکھنا رؤیہ بصری سے تھا اور آپکی معراج جسم مبارک کیساتھ تھی اور دوسرے سارے انبیاء کرام کو معراج جسمانی نہیں ہوئی پس جیسے کہ آپکی کمالتیں دوسرے سارے انبیاء کی کمالتیوں سے اعلیٰ وافضل ہیں تو پھر آپ کی حقیقت بھی سارے حقائق سے زیادہ کامل اور بڑے شرف والی ہے۔ کیونکہ وہ سب حقیقتیں ہیں جنہیں صوفیا کرام کی اصطلاح میں روح اظم اور عقل کل اور نفس کل اور حقیقۃ الحقائق اور حقیقت محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ کہتے ہیں اور یہ حقیقت ساری حقیقتوں کا اجمال بھی ہے اور ہمہ حقیقتوں اور صورتوں کی تفصیل بھی ہے اور اگر تو انکے سب فوائد میں اچھی طرح سے تصور کرے گا تو وہ سارے اپنے مراتب میں موجود ہیں اور اگر ان کی تفصیل کا تصور کرے گا تو وہ سب حقیقتیں عالم امر سے اس عالم خلق میں فردا فردا ہوکر واضح ہوئی ہیں کہ درجہ درجہ صورتوں کیساتھ اس عالم میں پہنچی ہیں کتنا اچھا کہا جس نے یہ بیت کہا ہے:

بیت

این جہان صورت است معنیٰ دوست   در بمعنیٰ نظر کنی ہمہ اوست

یہ جہاں دوست کی معنوی صورت ہے اگر معنیٰ کیساتھ نظر کرے گا تو سارا وہ خود ہے۔

سب مرتبوں سے حقیقت محمدی ﷺ کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ اور وہ مرتبہ آپکے وجود کا مظہر ہے اور اس حقیقت کو متقدمین صوفیاء کرام وجود مطلق بھی کہتے ہیں اور نیز یہ مرتبہ ان حقیقت والے مراتب میں سے ہے۔ جس نے حقائق کی قید سے خارج ہو کر اس وجود مطلق کی حقیقت پائی ۔ پس جس جگہ وجود مطلق ہے تو وہاں اسے پھر ذات حق میں ہونے کے علاوہ دوسری کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ ذاتی شیونات واعتبارات میں سے کچھ شیون واعتبار بن گنجائش ہے اور حقیقت ﷺ کے مرتبے کے علاوہ دوسرا بھی ایک مرتبہ ہے کہ ساری حقیقتوں کے مراتب سے بلند و بالا ہے۔ جس کے نزدیک دوسرے سارے مرتبے ایسے ہیں جیسے بحر بیکراں کا ایک قطرہ۔ بحر بے پایاں کے سامنے ہوتا ہے اور یہاں حقیقت محمدی ﷺ محض ایک نام ہے اور حقیقت احمدی اسکی مسمّیٰ ہے۔ اور حقیقت محمدی کے اعتبار سے دوسری جو بھی حقیقتیں ہیں وہ محض اسماء ہیں اور یہ انکی مسمّیٰ ہے اور حقیقت احمدی کے لحاظ سے حقیقت محمدی بھی اسم ہے اور یہ اسکی مسمّیٰ ہے اور حقیقت احمدی کے نیز دو مرتبے ہیں۔ ایک حقیقت محمدی اور دوسرے سارے نبیوں اور اولیاء اور دوسری ساری مخلوق کیساتھ وا۔ طہ ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اس کا بحرب اعتبار احدیت کا ہے کہ اس میں میم کا حرف بیچ میں آڑ بنا ہے اور سلوک کی ساری منازل سے گذرنے کے بعد احمد والی میم کی اضافت از خود دور ہوگئی ۔ کیونکہ ''انا احمد بلا میم'' میم اشارہ نیز اسی بات کی طرف ہی ہے۔ یعنی میں احمد ہوں سوائے میم کے اور اسکے اوپر سالک کو آنحضرت ﷺ کی معراج جیسا عروج ہوتا ہے۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں جانا ہوتا ہے اور وہاں بولنے کی طاقت نہیں، اور دیکھنا ہوتا ہے اور سمجھنے کی قوت نہیں ہے اور یہ عروج اپنی لیاقت کی استعدادکت موجب آنحضرت ﷺ کی متابعت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی جمع الجوامع اور احدیث کیساتھ ہوتا ہے۔ اور احدیت پھر ذات مطلق اور ''ھویت'' کی، کہ سارے عیوب سے منزہ و پاک ہے اس کے حضور میں لاکر عبد اور رسول سے ظاہر کرتی ہے۔ اور یہاں آنحضرت ﷺ ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدو ان محمد اعبدہ و رسولہ'' کے کلمے والی حقیقت کیساتھ کامل ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ الحمد للہ کا مقام اور کلمہ رسول کا ملا ہوا ہے۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔

ابیات

عبدہ شد بندہ خاص خدا   جز محمد نیست در ہر دوسرا
آنکہ در عبدیتش گشتہ نہاں   سرّ وحدت گشت ظاہر در جہان
شد محمد جملہ وحدت در وجود   در حقیقت مطلق از عین شہود

شمس وحدت آفتاب نور ذات ‏ تافته برافق ذرات جہات
شد زنورش مقتبس مہتاب جود ‏ شد منور زو وجود ہر نمود
انبیاء از لمعہ اش بکتاب خواہ ‏ اولیاء ز آن تاب روشن گیرد راہ
نورا و آفاق و انفس را گرفت ‏ ہر چہ جز نورش ہمہ شد در تھفت
در رسالت ہر کہ زو آگاہ شد ‏ من اطاعہ قد اطاع اللہ شد
انبیاء گردر شرف بس اکملند ‏ امت او یندگر خود مرسلند
شرح این معنیٰ گر جوئی تو راست ‏ در مکاتیب کرام شیخ ماست
درج کردم آن ہمہ را در بیان ‏ این دو اوراق رسالہ بہرزان
بین وبین وجوینده وجوینده باش ‏ ہر چہ گفتم سر آن منمائی فاش

یعنی (۱) خاص بندہ یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ آنحضرت ﷺ کے سوا دونوں جہانوں میں دوسرا کوئی نہیں

(۲) وہ تو اپنی عبدت میں پوشیدہ ہوا۔ سر وحدانیت جہاں کے مالک کا۔

(۳) ساری وحدت آپ ﷺ کے وجود میں ہوئی۔ حقیقت میں شہود کے عین سے مطلق ہیں۔

(۴) وحدت کا سورج اور ذاتی نور کا دن۔ ذاتی نور کے دن کی کرنیں جہاں کے افق والی ساری جہتوں پر چمکے۔

(۵) اس کے یعنی آپکے نور کی سخاوت سے چاند نے ضیاء پائی اور آپکے وجود مسعود سے سارے وجود درویش ہوئے۔

(۶) سارے انبیاء کرام آپکے نور سے ایک تجلی کے طلبگار اور اولیاء بھی اس نور سے تجلی لینے والے اور راہ پانے والے ہیں۔

(۷) آپکے نور نے آفاق وانفس کو لپیٹ لیا آپکے نور کے علاوہ دوسرے سب نور غائب ہوئے۔

(۸) جو کوئی آپکی رسالت میں واقف ہوا جس نے آپکی اطاعت فرمانبرداری کی۔ اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

(۹) انبیاء کرام اگر اشرف ہونے میں کمالیت بڑی رکھتے ہیں تو آپکی امت میں سے ہیں گو کہ وہ رسول ہیں۔

(۱۰) اگر تو اس معنیٰ کو صحیح سمجھنا چاہتا ہے تو میرے مرشد کی مکتوبات میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۱) ان مکاتیب میں سے ایک مکتوب درمیان میں درج کیا یعنی ان کم اوراق والے رسالے میں۔

(۱۲) اس وجہ سے کہ پڑھنے والے کا دل روشن ہو اور یہ کتاب بھی گلشن جیسی بنے۔

(۱۳) دیکھ دیکھ تلاش کر تلاش کرنے والا ہو۔ جو کچھ کہا وہ بھید ظاہر نہ کر۔

مکتوب میاں پیر محمد کی طرف اسکے سوالات کے جواب میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی ھدانا ھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدا نا اللہ لقد جاء ت رسل بنا بالحق ولصلوۃ ولسلام علیٰ رسولہ الذی اسمہ الشریف الذ و احلی من العسل لمشتاق زلال وصالہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین اما بعد من الفقیہ المحتاج الیٰ الغنی الکریم الیٰ عمدۃ الا کا بر الا فاضل اعنی پیر محمد(قدس سرہ) نور اللہ قلبی و قلبک بمعرفتہ وقدس سری وسرک فقدو مکتو بکم مح الا سولہ فی العجلہ للسفر فما سیرلی فھذاسوال الاول .ھل یکون الحقیقۃ المصدیۃعلی صاحبھا الصلوۃ و ا لسلام و سیلۃ لو صول الانبیاء علیھم اصلوۃ والسلام الی یللہ کما کا نت لھذا الامۃ املا

جواب: اعلم ایھا صاحب العقل السلیم لما کان رسول اللہ ﷺوسیلہ بوجود کلھم فکیف لا یکون وسیلۃ وصولھم وفی المواب اللدینیہ لما تعلق ارادہ الحق با یجاد خلقہ وتقدیر زقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانور الاحمدیۃ فی الحضرت الاحدیث ثمہ سلخ منھا عوالمہ کلھا علوھا وسفلھا علیٰ صورت حکمہ کما سبق فی سابق ارادتہ اعلمہ تعالیٰ بنبوتہ وبشریّتہ برسالتہ ھٰذا وآدمہ کما قال لمہ یکن الابین الروح والجسد ثمہ انبجست منہ ﷺ عیون الارواح فظھر بالملاء الاعلیٰ وھو بلفظر الجلاءِ فکان لھمہ الموردالاجلاء فھو ﷺ الجنس الاعلیٰ جمیع الاجناس والاب الکبیر لجمیع الموجودات والناس ولما انتھی الزمان بالاسمہ الباطن فی حقہ ﷺ الیٰ وجود جسمہ وار تباط الروح بہ انتقل حکمہ الزمان الیٰ الاسم الظاھر فظھر محمد ﷺ بکیتہ جسما وروحا فھو خزانتہ السر وموضع نفوذ الامر فلا ینفذامر الیٰ اللہ ولا ینقّل جزء الا عنہ انتھیٰ وایضا کان ﷺ وسیلۃ نبوتھمہ فکیف لایکون وسیلۃ معرفتھمہ وولایتھمہ التی ھو باطن النبوۃ کما قال صاحب المواھب المدنیہ ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبیّنا ﷺ امرہ ان ینظر الیٰ انوار الانبیاء علیٰ نبینا وعلیھم الصلوٰۃ واسلام فغشیھمہ من نورہ فانطقھمہ اللہ بہ وقالوا یا ربّنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالیٰ ھٰذا نور محمد بن عبداللہ ان آمنتمہ بہ جعلتکمہ انبیاء قالو آمنّا بہ وبنبوتہ فقال اللہ تعالیٰ اشھد علیکمہ قالوا نعمہ فذالک قولہ تعالیٰ"وَاِذْ خَذَاللہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْہ مِنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّہ جَاءَ کُمْہ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌالِّمَا مَعَکُمْہ لَتُومِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ اطاقولہ وَاَنَا مَعَکُمْہ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ" قال الشیخ تقی الدین السبکی فی ھٰذہ الآیۃ الشریفۃ من التنویۃ با النبی ﷺ والتعظیم قدرہ مالا یخفیٰ وفید مع ذالک انہ علیٰ تقدیر مجینہ فی زمانھمہ یکون مرسلا الیھمہ فتکون نبوتہ ورسالتہ عامتہ لجمیع الخلق من زمن آدمہ الیٰ یومہ القیامۃ ویکون الانبیاء وامھم کلھم من امّتہ ویکون قولہ "بُعِثْتُ اِلیٰ النَّاسِ کَا فَّۃً" لایختص بالناس زمانہ الیٰ یومہ القیامۃ بل تتناول من قبلھمہ ایضا وتبیّن بذالک معنیٰ

قولہ ﷺ "کُنْتُ نَبِیًا وَّاٰدَمُہ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ والنبی ﷺ نبی الانبیاء ولھٰذا کان فی الآخرۃ جمیع الانبیاء تحت لوائہ وفی الدنیا کذالک لیلۃ الاسوآء صلیٰ بھمہ ولو اتفقت محبینہ فی زمان آدمہ ونوح وابراھیمہ وموسیٰ وعیسیٰ صلوٰۃ وسلامہ علی نبینا وعلیھمہ وجب وعلیٰ اممھمہ الایمان بہ ونصرۃ بذالک اخذ اللّٰہ المیثاق (انتھیٰ کلامہ الشیخ)

شعر

وَکُلُّ ایٍ اتی الرُّسُلُ الْکِرَامُہ بِھَا   فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمٖ

فَاِنَّہ شمس فَضّلھمہ کواکبھا یظھرن انوارھا لناس فی الظُّلمہ قال العلّامۃ ابن مرزوقیعنی کل معجزہ اتیٰ بھا کل واحد من الرسل فانما اتصلت من نورہ فانہ یعطی ان نورہ ﷺ لمہ یزل قانما بہ ولمہ ینقص منہ شی ولو قال فانما ھو نورہ لتو ھمہ انہ وزع علیھمہ وقد لا یبقیٰ منہ شئی وانما کانت الآیات کل واحد من نورہ لانہ شمس فضل وھمہ کو کوکب تلک الشمس یظھرن ای تلک الکواکب انوار الشمس فی الظلمہ والکواکب لیست مضیئۃ بالذات انما ھی مستمدۃ من الشمس فھی عند غیبۃ الشمس بظھرن نور الشمس فکذالک الانبیاء قبل وجودہ ﷺ کا نوا یظھرون فضلہ وبجمیع ما ظھر علیٰ ایدی الرّسل علیٰ نبینا وعلیھمالصلوٰۃ واسلامہ سواہ من الانوار فانما ھو من نورہ الفائض ومددہ الواسع من غیر ان ینقص منہ شئی واول ما ظھر ذالک فی آدمہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ واسلامہ حیث جعلہ اللہ خلیفۃ وامدہ بالاسماء کلھا من مقامہ جوامع الکمہ التی لمحمد ﷺ فظھر بعلم الاسماء کلھاعلیٰ الملائکۃ القائلین "اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ" ثمہ تولت الخلافۃ فی الارض الیٰ ان وصل الیٰ زمان وجود صورت جسمہ نبیّنا محمد ﷺ لاظھار حکمہ منزلتہ فلما برز کان کاشمس اندرج فی نورہ کل نور والطوی تحت منشور آیاتہ کل آیۃ بغیرہ من الانبیآء خلق الرسالات کلھا فی الصلب النبوت والنبوات کلھا تحت لواء رسالتہ فلمہ یکن الاحد منھمہ کرامتہ وفضیلتہ الا وقد اعطی ﷺ مثلہ انتھیٰ عبارت المواھب فاعلمہ لما اثبت نبوتہ ﷺ لھمہ علیھمہ السلامہ وھمہ امتہ فلابد لِاُمَّتِہٖ من الوسالۃ بینھمہ فی المعرفۃ والولایۃوغیرہ ذالک من فیوض کلھا انتھیٰ عبارت المکتوب الشریف من عینہ.

مکتوب شریف

جوکہ میاں پیر محمد کی جانب اسکے سوالات کے جوابات میں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں وتوصیفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے تک پہنچنے کا ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اور اگر وہ ہمیں راہ نہ دکھاتا تو ابھی ہم ہدایت والے نہ ہوتے اور بیشک ہمارے رب کے رسول حق وصداقت کا پیام لیکر آئے ہیں۔ اور درود وسلام اس کے رسول پر ہوں یعنی حضرت ﷺ پر جسکا اسم شریف وصال کے عشاق ومشتاقوں کے ہاں صاف وشفاف میٹھے پینے سے بہت لزیز اور از حد میٹھا ہے اور درود وسلام نیز آپکی ال وھمہ اصحاب کرام پر ہوں۔ اس کے بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا ہدیہ پیش خدمت ہے از طرف اس فقیر کے کہ جو ذات صمدیت کی طرف محتاج ہے میاں پیر محمد قدس سرہ کی طرف جوکہ بڑے علماء وفضلاء میں سے ہے امید ہے کہ اللہ تعالی میرے اور تیرے دل کو اپنی معرفت سے روشن کرے اور نیز میرے بسرّ یعنی راز اور تیرے بسرّ کو پاک کرے۔ تمہارا سوالیہ خط سفر کی تیاری کے وقت پہنچا پس جو کچھ آسان سمجھا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے۔

سوال: انبیاء کرام کا اللہ تعالی تک پہنچنے کے لئے حقیقت محمدی ﷺ وسیلہ ہے یا نہیں۔ جیسے آپ ﷺ اس وقت کیلئے وسیلہ ہیں۔

جواب: اے عقل سلیم کے صاحب! تو اس بات کو سمجھ کہ جب آنحضرت ﷺ ان کے لئے وجود ہونے کے وسیلے اور واسطہ ہیں تو پھر آپ ﷺ ان کے لئے اللہ تعالی تک پہنچنے کے لئے وسیلہ کیوں نہیں ہونگے۔ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے انہیں پیدا کرنے اور انکے لئے رزق مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو پھر پہلے حقیقت احمدی سے حقیقت محمدی کو "احدیت" کی درگاہ میں ظاہر کیا اور اس سے سب عالم علوی اور سفلی والوں کو اپنے ارادے اور حکمت کیساتھ شکلیں دیکر انہیں پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام ابھی جسم اور روح کے بیچ تھا تو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو نبی اور رسول ہونے کی بشارت دی پس وہاں سے ارواح کے چشمے پھوٹے کہ وہ ملاء الاعلی میں باشندے اور ظاہر ہیں اور ملاء الاعلی ایک مقام ہے جہاں جلیل القدر ارواح رہتی ہیں اس وجہ سے آپ ﷺ سب اجناس سے اعلی اور ھمہ موجودات کے اب کبیر ہیں۔ پس جب آپ کے باطن میں سکونت کا زمانہ پورا ہوا تب آپ کی روح اور جسم مبارک باطن سے نکل کر ظاہر کے اسم کی جانب منتقل ہوئی۔ پس آپ ﷺ اس عالم میں جسم اور روح کیساتھ ظاہر ہو کر آئے پس ﷺ خزانوں کے بھید اور اوامر کے جاری کرنے کے مقامات کے مرکز ہیں پس کسی بھی امر کا جاری ہونا یا کسی جز کا منتقل ہونا وہ سب آپ سے ہوتا ہے اور آپ ﷺ ان حضرات کی نبوت کیلئے بھی وسیلہ ہوں تو پھر آپ ﷺ انکی معرفتوں اور ولایتوں کیلئے کیوں کر وسیلہ نہیں ہونگے۔ کہ یہ ولایت نبوت والی ہے جیسے مواہب لدنیہ والا فرماتا ہے، جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا نور پیدا فرمایا تب اسے دوسرے انبیاء کرام کے نور کی طرف دیکھنے کا حکم فرمایا پس جب آپکے نور نے انکے نور کی طرف نظر ڈالی تو آپکے نور نے ان کے انوار کو ڈھانپ دیا اور اللہ تعالی نے ان حضرات کو آپکے نور سے مخاطب کیا پس انہوں نے

پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے جس نے ہمارے انور کو لپیٹ کر ڈھانپ دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ یہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کا نور ہے اور اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو میں تمہیں نبوت سے سرفراز کرونگا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی نبوت پر بھی ایمان لائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تم پر اس بات کا شاہد ہوں۔ سب نے کہا ہاں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ آپکی شان فرماتا ہے۔

وَاذ اخذاللّٰہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جا ء کم رسول مصدق لما معاکم لاتنو منن بہ ولتنصرنہ. وانا معکم من الشاھدین یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے مضبوط وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب وحکمت سے سرفراز کرونگا پھر تمہارے پاس شان وعظمت والا رسول آئے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور اسکی ضرور ضرور مدد کرنا۔ اور میں تمہارا شاہد گواہ ہوں۔ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس آیت مبارک میں آپ ﷺ کی شان اور عظمت کا ذکر کیا گیا، اور بالفرض آپ ﷺ ان انبیاء کرام زمانے میں آتے تو بھی آپ ﷺ انکی جانب رسول بن آتے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ساری مخلوق کیلئے آپکی نبوت ورسالت عام ہوئی اور سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں بھی آپ ﷺ کی امت میں ہوتے۔ اور آپ کی قوم مبارک۔ بعثت الی الناس کا فۃ، آپکے زمانے کے لوگوں کیساتھ مخصوص نہیں ہوا بلکہ آپکا یہ فرمان عالیشان پہلے زمانے کے لوگوں کے ساتھ بھی شامل ہے۔ ترجمہ: میں مبعوث ہوا ہوں سب لوگوں کی طرف (اگلے خواہ پچھلے) اور اسی قول سے نیز آپکے اس قول کا معنی مزید روشن وواضح ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنت نبیاو ادم بین الروح والجسد یعنی میں پہلے ہی نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم میں موجود تھے۔ اور ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سارے نبیوں کے نبی ہیں اور اس وجہ سے قیامت کے دن سب انبیاء کرام آپکے لواء حمد کے نیچے ہونگے، اور اسی طرح آپ ﷺ نے دنیا میں معراج والی رات میں پیش امام بن کے سب نبیوں کو نماز پڑھائی۔

بیت

رسولوں میں وہ رسول ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

(از مترجم)

اور اگر حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپکی آمد کا اتفاق ہوتا تو یہ سب انبیاء کرام اور ان کی امتیں ان سب کو آپ پر ایمان لانا ہوتا اور مدد کرنا لازم ہوتا۔ جیسے اخذ اللہ میثاق النبین، آیت میں ذکر ہوا۔ اور قصیدہ بردہ میں حضرت بوصیری علیہ رحمۃ نے آپکی شان میں کہا۔

شعر

وکل آی اتی الرسل الکرم بھا　　فانما اتصلت من نورہ بھم

فانه شمس فضلهم كواكبها ويظهرن انوارها فى الظلم

یعنی اور سب معجزے جو کہ رسولوں سے ظاہر ہوئے ہیں پس یہ آپکی نورانیت سے متصل وظاہر ہوئے ہیں

پس بیشک آپ ﷺ بھلائیوں کے سورج ہیں اور یہ انبیاء کرام تاروں کی مانند ہیں کہ وہ تاریکی میں دکھائی دیتے ہیں۔

ابن مرزوق، فانما اتصلت من نوره، کے جملے کو پسند کر کے بیت کا معنی اس طرح کرتا ہے۔ جس کسی رسول سے معجزے ظاہر ہوئے ہیں وہ سب آپ ﷺ کے نور کے ساتھ متصل ہیں اور آپ کا نور ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ قائم ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی ہے۔ اور اگر شاعر شعر اس طرح کہتا، فانما هو نوره یعنی پس وہ آپ کا نور تھا تو البتہ اس بات کا وہم ہوتا کہ وہ نور ان پر اور اب اس نور سے کچھ باقی نہیں رہا۔ پس سارے انبیاء اکرام کے معجزے آپ کے نور سے ظاہر ہوئے ہیں کیونکہ اخیاروں الطاف کے سورج ہے اور وہ انبیاء اس سورج کے تارے ہیں اور وہ تارے۔ سورج کی نورانیت سے تاریک راتوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ درحقیقت تاروں کے وجود میں نورانیت (روشنائی) نہیں ہے وہ سورج سے روشنائی کی مدد لیتے ہے پس جس وقت سورج غائب ہوتا ہے تو پھر سورج کی روشنائی کے ملنے کی وجہ سے تاریکی میں عیاں ہوتے ہیں پس اسی طرح انبیاء کرام آپکی ولادت مبارکہ سے پہلے آپکی عظمتیں یعنی معجزے ظاہر ہوتے تھے وہ آپکے پلنے والے نور اور بڑی مدد کی وجہ سے تھے۔ اور اس نور میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں ہے اور آپکا نور پہلے حضرت آدم علیہ اسلام میں ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو زمین میں خلیفہ بنایا۔ اور مقام محمدی کے جامع کلمات سے سارے اسماء کے سیکھنے کی قوت دی پس وہ اسماء کا علم جب ملائکہ پر عیاں ہوا پس وہ کہنے لگے "اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ" یعنی کیا تو ایسے بندے کو پیدا کرنے والا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا۔ پس یہ خلافت زمین پر قائم ہوئی حتیٰ کہ آپکا وجود مسعود کے پیدا ہونے کا زمانہ آپہنچا جب آپ ﷺ اس عالم میں ظاہر ہوئے گویا آپ ﷺ سورج تھے جس وجہ سے سب نور آپ ﷺ کے نور میں لپٹے گئے اور سارے انبیاء اکرام کے معجزے آپ ﷺ کے معجزات میں گرفتار ہوئے اور نیز سب رسولوں کی نبوتیں آپ ﷺ کی نبوت کے پیچھے کارفرما ہیں اور سب نبوتیں آپ ﷺ کے لواء رسالت کے تلے ہیں الغرض کہ سب نبیوں کی کرامات و فضیلتیں جو کہ ان میں تھیں وہ سب آپ ﷺ کو پہلے ہی حاصل تھیں (۱) پس تو سمجھ کہ جب آپکی نبوت اگلے انبیاء کے لئے ثابت ہوئی۔ اور وہ آپ ﷺ کی امت ہیں پس آپ ﷺ ان کے لئے ولایت و معرفت کہ بیچ میں وسیلہ ہونا ضرور ہوئے (۲)۔ آپ ﷺ اور دوسرے انبیاء اکرام جو کہ اولوالعزم ہیں کی کمالیتوں اور مرتبوں کی تعریف کس سے پوری ہوگی کیونکہ وہ تحریر و تقریر سے باہر ہے اور نیز قلم سطر سطر کر کے لکھنے سے قاسر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ۔ یعنی بیشک ہمارے وعدے نے سبقت لے لی ہمارے بندوں کے لئے جو کہ رسول ہیں۔ مطلب کہ آپکی کمالیتیں قرآن شریف کے متشابھات و مقطعات کے حروف میں بغیر کسی علامت کے مخفی و پوشیدہ ہیں۔ اور انکی علامت سے واقف ہونا مشکل ہے۔ تو کوشش کر کے حال و کمال سے رنگ جائیں اور مزکورہ بات سے نجات پائیں۔ کیونکہ ان اسرار و حقائق کا سمجھنا مشاہدات و دیکھنے کے بغیر مشکل ہے کہتے

(۱) مواہب لدنیہ

(۲) یہاں مکتوبات شریف کی عبارت مکمل ہوئی (از مترجم)

ہیں۔ "مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ" یعنی جس نے چکھا نہیں اس نے پایا نہیں۔

رباعی

ہر کہ غواصی ابحار نبوت داند	دراسرار معارف بیقیں آرد پیش
وانکہ خشک رو ساحل دنیائی دینست	غیر خر مہرہ خس ریزہ چہ آرد زین پیش

(۱) جو شخص نبوت (فیض) کے سمندر میں غوطے لگا سکتا ہے وہ یقین سے معرفتوں سے موتی اپنے ساتھ باہر لائے گا۔

(۲) اور جو شخص دنیائے زبوں کے خشک کنارے پر چلے گا وہ خسیس صدف کے علاوہ اور کیا لائے گا۔

معلوم ہوا کہ ان معارف و مکاشف اور مشاہدات تک پہنچنے کیلئے وہ کامل و مکمل مرشد کے واسطے اور وسیلے سے ہے۔ اور مرشد بھی ایسا ہو کہ آپ ﷺ کی متابعت سے قرب و اقربیت کے مقام پر فائز ہو۔ اور نیز ذاتی اور شیونی اور صفات و افعال کو کلی خواہ جزئی۔ انہیں اجمال و تفصیل کیساتھ جانے گا۔ اور مرشد کے ساتھ رابطہ اور اسکے ساتھ کامل دوستی اور پوری محبت رکھنے کے سوا معرفتیں و مکاشفے اور مشاہدے حاصل کرنا محال ہیں۔ کیونکہ کامل مرشد اپنی قوم میں فیض کیلئے ایسا ہے جیسے نبی پاک اپنی امت میں ہدایت کے واسطے۔ جیسے مشہور ہے۔ "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ۔

نظم

پیر رہ کبریت احمر آمدہ است	سینہ او بحر اخضر آمدہ است
گر ترا پیر این چنین آید پدید	قفل دردت را کلید آید پدید

راہ دکھانے والا مرشد پارس ہے اس کا سینہ معرفت کے سمندر سے مملو ہے۔ اگر تجھے ایسا مرشد ملے کہ تیری بیماریوں کے تالوں کو چابیوں سے کھولے ایسے عارف جو کہ پارس ہیں وہ کچھ کم ہیں جو بہت صدیاں بیتنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں خواجہ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے اپنے مرشد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی شان میں کہا ہے۔

قطعہ

ہزار سال برآید کہ تا باغ یقین	ز شاخ صنعت حق چون تو گل بیار آید
بہ ہر قران بہ ہر قرن چون توئی نبود	بروزگار بسی گرچہ شہریار آید

تاکہ ہزار سال گذریں کہ یقین کے باغ سے حق تعالیٰ کی صنعت والی فرع سے تیرے جیسا کوئی گل پیدا ہو۔ ہر کسی قراں اور ہر کسی صدی کے شروع میں تیرے جیسا نہیں ہے چہ جائیکہ زمانے میں بہتیرے بادشاہ پیدا ہوئے۔ ایسے عارف حق سبحانہ وتعالیٰ کے نائب ہیں بلکہ غیب ہیں اسے عارفین کے اسراروں کو اس آیت سے سمجھا کر قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی آپ فرمائیں

کہ تم اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو پھر میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ بھی تمھارے ساتھ محبت رکھے گا۔ اور جس نے ان عارفین کیساتھ تعلق رکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم کیا۔ پس تو انکے امر کو اللہ تعالیٰ کا امر کر کے سمجھ اور انکی نہی کو اللہ تعالیٰ کی نہی کر کے سمجھ۔ اور جو شخص ان اوامر ونواھی سے بال برابر فرق کرے گا، اور وہ وہاں خسارے اور ٹوٹے میں ہوگا، اور مذکورہ بالا حقائق سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اور اس آیت ما اتا کم الرسول فخذ وہ ومانھا کم عنہ فانتھوا۔ پر مستحکم رہو یعنی جس بات کا رسول ﷺ تمہیں حکم کرے وہ لو اور جس سے تمہیں روکے اس سے تم باز آؤ۔

اور اس بات پر حضرت پیر سائیں روضی دھنی رضی اللہ عنہ یہ نقل بیان فرماتے تھے کہ کسی بزرگ کا مرید تھا اور کافی مدت تک انکی صحبت میں رہا اور اس دوران اسے حق سبحانہ وتعالیٰ کا مشاھدہ نہیں ہوا اور مرید اپنے مرشد کی خدمت کرنے اور ارادے میں کوئی کتاہی نہیں کر رہا تھا۔ پس اس مرید نے اپنے پیرومرشد بے نظیر کے حضور میں عرض کیا حضرت اتنا وقت ہوا ہے۔ آپکی خدمت میں ہی رہا پر مشاہدہ حاصل نہیں ہوا اب کوئی راہ دکھلاوہ کہ کیا کروں بزرگ نے فرمایا آج رات عشاء کی نماز نہیں پڑھنا اور سوجانا پس وہ مرید مشد کا امر بجالانے کے لیئے سوگیا اور عشاء نہیں پڑھی پر جبکہ اس بیچارے کی روح نماز کیساتھ پیوست تھی اس لیئے آرام نہیں مل رہا تھا اور رات بھی کافی بیت گئی پس اٹھ کر صرف فرض پڑھا اور سنتوں اور دوسری نماز کو چھوڑ کر سوگیا پس خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے مرشد سے بولنا کہ تو ایسی گستاخیاں نہ کر۔ جب صبح ہوئی اور مشد کے ہاں پہنچا مرشد نے پوچھا کہ رات تو نے کیا دیکھا۔ کہا کہ حضرت رات عشاء کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بے چینی وآرام نے نید حرام کردی تھی صرف فرض پڑھا اور سنت کو چھوڑ دیا۔ اور سوگیا اور آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپکے لئے اس طرح پیغام دیا بزرگ نے یہ بات سن کر مرید سے کہا کہ سنت نہ پڑھنے کی وجہ سے سنت والے صاحب کی زیارت کی اور اگر ابھی فرض نہ پڑتا تو البتہ فرض والے صاحب کو دیکھتا۔ اس بات میں دنائے راز حافظ شیراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتا ہے۔

بیت

بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلھا

یعنی: شراب کیساتھ مصلّے کو دھونے کا حکم تجھے پیر مغاں دے کہ تو دھو۔ کیوں کہ سالک بے خبر نہیں ہے منزلوں کی راہ تک پہنچنے سے۔ اور نیز درویش بے خویش فقیر بے نظیر فقیر محمد ازکہ شروع میں نقشبندی طریقے میں مخدوم محمد ابراھیم علیہ الرحمہ ٹھٹے والے کا مرید تھا اور آخر میں حضرت پیر سائیں رضی اللہ عنہ کی خدمت باسعادت میں مشرف ہو کر قادری طریقے کے ساتھ منسلک ہوا۔ اس نے کہا کہ میں اول میں مخدوم علیہ الرحمہ کا مرید ہوا تھا تو آپنے مجھے دو باتوں کا حکم کیا۔ ایک اسم ذاتی کا تکرار کرنا دوسرا آپکی صورت مبارک کیساتھ رابطہ اور تعلق رکھنا پس جس وقت میں اسم مبارک کے تکرار کرنے میں مشغول ہوتا تھا تو آپکی صورت مبارک کیساتھ رابطہ رکھتا تھا تو پھر اسم مبارک کا تکرار نہیں ہو رہا تھا۔ پس یہ حقیقت مخدوم صاحب کی حضور میں عرض کی آپ نے ہی بات سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ کر بلند کر کے فرمایا کہ ذکر گو نہیں ہو لیکن رابطے والی صورت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا، اے میرے دوست بغور دیکھ کہ کامل انسان کی صورت میں جو راز و سر رکھا ہوا وہ سز میں نہیں

ہے کسی کہنے والے نے کتنا اچھا کہا ہے۔

بیت

زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیر تست اول

جبکہ تیری آنکھ کانی ہے اسوجہ سے تیرا معبود پہلے تیرا مرشد ہے۔

اور نیز اس جگہ پردانائے راز حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتا ہے:

بیت

در خرابات پیر مغاں نور میبینم وین عجب بین کہ چہ نوری ز کجا میبینم

پیر مغاں کے شراب خانے میں خدا کا نور دیکھتا ہوں، اور یہ عجب دیکھ کہ کونسا نور ہے کہ کہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

پس جو شخص آپ ﷺ کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے ظلی اور اصلی کمالیتوں اور کلی اور جزئی معرفتوں کو کمالیتوں کیساتھ پہنچا ہوا ہے۔ تو ایسے شخص کو محمدی مشرب کہتے ہیں۔ اور جو شخص جس نبی کی جس کمالیت کیساتھ پہونچا ہوگا تو اس کو نبی کے مشرب کیساتھ نام دیتے ہیں مثلاً:۔ جو شخص حضرت عیسٰی علیہ السلام کی کمالیتوں کیساتھ مشرّف ہوگا اس کو عیسوی مشرب والا کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی کمالیتوں کیساتھ مشرّف ہونے والے کو اس نبی کے نام مشرب کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کی کمالیتوں کیساتھ مشرف ہونے والے کو اس نبی کے نام مشرب کے ساتھ نسبت کرتے ہیں یہاں یہ بات سمجھنے جیسی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کہ علماء بنی اسرائیل کہ نبیوں کے جیسے ہیں اس حدیث مبارک سے ان انبیاء کرام کے علوم و معارف کے اسرار و رموز کی جانب اشارہ ہے کہ وہ سبھی علم آپ ﷺ کی امت کے علماء میں اجمال و تفصیل کیساتھ موجود ہیں جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔ تو پھر آپ ﷺ یہ امت اگلی امتوں سے ہمہ مرتبہ میں اعلیٰ اور خیر الامم ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت کی عظمت اور خیر الامم ہونے کے متعلق خبر دیتا ہے "کُنتُمْ خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ" یعنی تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور آپ ﷺ کے علوم و معارف و کمالات میں محمدی مشرب والے کامل انسان کے سواء دوسرے کسی کو دخل نہیں ہے اور کامل انسان وہ ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام والی آیت میں نشانی دی ہے اور نیز اس عالم سے اس عالم میں آپکے لباس سے آکر مشرف ہوا ہو۔ اور نیز حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے خلق کو دعوت دینے میں مشغول ہو اور یہ دعوت بھی آپ ﷺ کی متابعت قول، فعل، حال اور کمال کیساتھ پوری موافق ہو اور نیز آپ ﷺ کی (تابعداری) اور وارث ہونے کی وجہ سے سبھی اہل اسلام اس سے اسلام اور ایمان کی حقیقت حاصل کریں۔ جس طالب کو ایسا کامل انسان مرشد ہاتھ آئے تو اسکا بخت بلند ہے کیونکہ اسکا مرشد پارس ہے کہ اس کی توجہ سے طالب کی زنگ آلود دلوں کو جلا کر خالص سونا بنادے۔ کسی بزرگ نے کتنا اچھا کہا ہے۔

بیت

نظرت کیمیا ست گر نگری درم قلب ما چوزر گردد

تیری نظر کیمیا ہے اگر دیکھے ،ہمارے زنگ خوردہ دل کھوٹے۔

پیسوں جیسے سون ہو جائیں میرے دوست! یہ دولت کچھ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے کہ وہ بشریت کے لباس میں ہوں۔

بیت

نہ بشر خوانمت اید دست نہ حور ، نہ پری این ھمہ بر تو حجاب ست تو چیزے دیگری

یعنی: نہ تو تجھے بشر کہوں نہ حور نہ پری یہ نام سب تجھ پر حجاب ہیں تو کوئی اور چیز ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے امر کیساتھ کچھ اولیاء گم نام ہیں اور کچھ ظاہر و باہر ہیں۔ پس جو اولیاء اپنے احوال سے گم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے قبا تلے پنہاں ہیں'' اولیائی تحت قبائی لا یعر فھم غیری ''یعنی میرے اولیاء میرے قبا میں پوشیدہ ہیں میرے علاوہ انہیں دوسرا کوئی پہچانتا اور وہ ایسے تو چھپے ہوئے ہیں کہ انہیں انکی جنس کے سواء دوسرا کوئی بھی پہچان نہیں سکتا۔ اگر وہ کسی مجلس و معرکے میں حاضر نہ ہوں تو بھی انکو نہ یاد کریں نہ بلائیں جیسے انکی شان میں حدیث شریف میں آیا ہے۔''کم اشعث اغبر مدفوع با الا بواب لو اقسم علی اللہ لابـــــره ''یعنی: کتنے ہی پراگندہ بالوں اور گرد آلود کہ دروازوں پر کھڑے دھکیلے ہوئے ہیں یہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیکر کسی بیمار کیلئے دعا مانگیں تو انکی دعا قبول فرما کر (اللہ تعالیٰ) بیمار کو ضرور شفایاب کرے۔ ایسے اولیاء کے حق میں کسی معتبر راوی سے سنا ہے کہ کوئی شخص واقف اسرار الٰہی عارف نامتناہی یگانہ عصر و فردانہ آفاق میاں جان محمد چورنگالی قدس سرہ کی خدمت میں ایوان واصل بالذات عارف بالصفات محقق بحقائق ایمان مخدوم محمد زمان قدس سرہ لواری والے کے حق میں کہ آپ وقت کے غوث تھے انکے احوالوں کے متعلق پوچھا اس نے کہا کہ آپ جاموٹ ہیں یعنی جہان کی خلق آپکے سپرد ہے یہ جاموٹی پہلے جامی کو مل رہی تھی لیکن جامی نے اس کے لینے سے انکار پر اصرار کیا اور کافی عاجزی و انکساری کر کے خود کو زمین پر پھینک دیا جب اس سے نجات ملی پس وہ جاموٹی والا کام آپکے حوالے ہوا اور وہ اولیاء کہ ظاہر و واضح ہیں وہ ارشاد کے صاحب اور خلق میں مشہور ہیں۔ جنکی و صفیں درج بالا مذکور ہوئی ہیں۔

حضور نودھم

چاروں عناصر کا

عناصر چار ہیں (۱) مٹی، (۲) پانی، (۳) آگ اور (۴) ہوا یہ سب آپکے نور سے ظاہر ہوئے ہیں پس فکر کی جائے کہ جو کچھ ہے وہ سارا مٹی ہے۔ اور جو کچھ ہے پانی ہے اور جو کچھ ہے (ہوا) ہے اور جو کچھ ہے آگ ہے اور جو کچھ ہے وہ نور ہے اور جو کچھ باری تعالیٰ کی ذات

ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس شغل کو پکانے میں رات دن بے قرار اور بے آرام ہو کر مشغول ہو جب تک کسی شغل کی حقیقت کما حقہ اس پر روشن وواضح ہو۔ اور اس کیساتھ صفت حاصل کرے اور فکر مٹ جائے۔ اور جب اس شغل کے احوال ظاہر ہونے لگیں اور اسکی موھوم ہستی گم ہوگئی تب اس وقت سالک نورٌ علی نور ہے اور نیز مٹی، پانی، آگ اور ہوا کی صفات کے پردے بیچ سے نکل جائیں گے اور خود کو مطلق الوجود اور محض سمجھے اور دیکھے اور جب وہ تصور نکل جائے گا تب بے خودی خود ہی دکھائی دے گی۔

بیت

با خودی کفر و بے خودی دین است　　　　هر چه گفتیم مغز او این است

یعنی: خودی کیساتھ کفر ہے اور بے خودی دین ہے جو کچھ کہا ہے اسکا مغز یہ ہے۔ اس مقام پر یہ حضور سالک پر غلبہ اور زور ایسا لائے گا کہ حیرت ہی حیرت میں ہوگا۔ اور اس وقت خود طالب نہیں ہوگا اور نہ بھانپنے والا نہ بولنے والا نہ سننے والا اور دیکھنے ولا ہوگا۔ اس مقام پر حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس کے سندھی شعر نے اس حال کے بابت اچھا اشارہ دیا ہے۔

بیت سندھی

نہ زبان زاری کرے نہ دل کرے اللہ　　　　اورے ئی اوجھو تھیو روح نہ لدی راہ

انھن　　تھین　　کانجھی　　آھے　　گالھڑی

یہ پوشیدہ اشارہ اس ذات پاک کی جانب ہے کہ ساری صفتوں اور دیونوں اور اعتباروں سے پاک ومنزہ ہے۔ اور یہ سب آپکی ذات پاک ہونے پر دلیل ہیں۔ یہ "الآن کما کان" جیسے تھا اب بھی ویسے ہی ہے۔ کوئی کمی بیشی اس میں نہیں ہے پس تو سمجھ کہ ان چاروں عناصر کی صورت کا وجود جدا جدا ہے اور سب کی حقیقت علیحدہ ہے اور یہ حقیقۃ الحقائق میں سب آپس میں متصل ومدغم ہیں اور اس کے اوپر ایک نسبت مجرد والی ہے کہ یہ نیز حقیقۃ الحقائق والی ہے جسکا اشارہ "انا من نور اللہ" کی طرف ہے۔ جس میں یہ سب عناصر اس کے اندر موجود تھے اور اس سے اوپر "کنت کنزا مخفیا" میں نیز انہیں اعتبار میں لائے ہیں۔ اس مقام پر اگر کوئی شخص اعتراض کی انگلی اٹھائے سوال کرے کہ حقیقت محمدی ﷺ سے اوپر دوسری کسی چیز کو اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی کسی وجود کو۔ ایسے معترض شخص کو انصاف کرنا چاہئے اور انصاف کی نظر سے دیکھے۔ اگر معترض عارف ہے تو اس معنی کو درجہ وار بھانپے جیسے بیٹے اور بیٹیاں سب باپ کی پیٹھ میں لکھی ہوئی ہیں اور جب انکے ماں باپ آپس میں ملتے ہیں پس وہ ان سے ظاہر و پیدا ہوتے ہیں اور اس جگہ ماح مسمیٰ اور وہ اسماء ہیں جبکہ وہ عناصر حقیقت میں سب وہاں موجود تھے پس وہ وہاں سے صورت والے لباس کیساتھ ظہور لیکر درجہ بدرجہ نزول کر کے پانی آگ خاک اور ہوا کے جدا جدا ناموں سے مشہور ہوئے اگر وہ عناصر کنت کنزا مخفیا میں نہ ہوتے تو پھر وہ یہاں کیسے ظاہر ہوتے کسی کہنے والے نے کتنا نہ اچھا کہا ہے۔

بیت

ہر چہ ہستی از بلندی و پستی ہمہ دریافت صورت ہستی

جو بھی ہستی زمیں وآسمان میں ہے،ان سب نے اس ذات پاک سے صورت ہستی کی پائی ہے۔

میرے دوست !اس جگہ پر جو کچھ بیان ہوا ہے وہ علم کے مراتب و مدارج والا تھا۔اور علم بھی وہ،جس کیلئے آپ ﷺ کو حاصل کرنے کا امر ہوا تھا۔''قل رب زدنی علماً'' وہ لدنی علم کے حاصل کرنے کا حکم تھا نہ ظاہر کے علم کا جو کہ استاد سے حواسوں اور عقل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔اس باب میں مثنوی کا صاحب مولانا رومی قدس سرہ فرماتا ہے۔

بیت

علم حق در علم صوفی گم شود این سخن کہ باور مردم شود

حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو لوگوں کو یہ بات کیسے اعتبار میں آئے کہ اس علم کا اور بھی درجہ ہے وہ احاطے کا علم ہے کہ وہ خلقت اور امر والے درجے میں عالم امر اور عالم خلق کو محیط ہے اور اس کے اوپر نہ تو صورتوں اور نہ حقائق والا لباس ملبوس ہے جیسے کہ''احاط کل شئ علما'' کی آیت اس بات کی خبر دیتی ہے یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کو احاطے میں لیا ہے علم سے دوسرا احاطہ کہ قرآن شریف میں ذکر ہوا ہے اس میں نیز علم کا لباس پہنا ہوا نہیں ہے محض مجرد احاطہ ہے ان اللہ بکل شئی محیط۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے ولا ہے اور وہ احاطہ ذاتی غیر محسوس ہے وہ لدنی علم کے سواء فہم میں نہیں آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں دیکھنے والی آنکھ عنایت ہوئی ہے وہ علم کے بغیر اس احاطے کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ احاطہ سارے عالم کو محیط ہے اور بعض صوفیا،کرام کے علماء اس محض احاطے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احاطہ بھی ایک علم ہے اور ذاتی نہیں ہے ہم ان علماء کو اس طرح سے جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم کو احاطے کی قوت ہے جس سے اس نے سب چیزوں کو احاطے میں لے لیا ہے پس کیوں نہ اسکی ذات ہر چیز کو محیط ہو جس کا علم مسمی ہے اسکی ذات حقیقۃ کیساتھ ساری ذاتوں اور صفاتوں پر اسکا احاطہ ذاتی ہے اس راز اور بھید کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ خود زیادہ جانتا ہے۔

حضور بستم

عالم امر عالم خلق

عالم پانچ ہیں جو کہ عرش کے اوپر ہیں۔اور انکے کے مزار کی خبر اللہ تعالیٰ کو ہے اور عالم خلق نیز پانچ ہیں جو کہ عرش کے نیچے ہیں۔عالم امر پانچ یہ ہیں۔قلبی،روحی،سرّی،خفی،اور اخفی۔پانچ عالم خلق یہ ہیں۔

پانی،آگ،مٹی،ہوا،اور نفسی۔

سالک کو چاہئے کہ یہ مندرجہ بالا دس امانتیں جس کا ذکر ہوا ہے ان سب کو ایک جگہ پر انکا تصور کر کے اور (اور ان کو اپنے وجود کا

مبدأو معاد یعنی ابتدا اور انتھی جانے) اور انکے اصول وفروغ کو کلی خواہ جزئی بمع حقائق اپنے محل و مقام اگر معلوم ہیں انکو جدا جدا جگہوں میں اپنے اندر بھاپنے اور دیکھے کیونکہ انکا وجود سب امانتوں کا بار بر ہے وہ سب صورت کی وجہ سے عالم خالق سے ہیں اور در حقیقت وہ عالم امر سے ہیں بلکہ صورت میں آکر عین حقیقت ثابت ہوئی ہے۔ یہ امانتیں عالم خالق اور عالم امر کے بیچ میں برزخ کے مقام کی طرح ہیں سالک کے وجود میں جو دن ہے وہ منزل عرش کے ہے اور اسکے نیچے عالم خلق ہے اس کے اوپر عالم امر ہے اگر سالک اپنے وجود میں اس حضور کا تصور پورے خیال سے مضبوط رکھے گا تو پھر وہ فکر حال سے بدل جائے گا اور حال نمبرا پھر مقام سے اس وقت اسکے وجود دونوں عالموں یعنی عالم امر اور عالم خلق میں جامع ہوگا اور سب ارادوں اور ایجادوں اور افعال واقوال کے مظاہر کو از خود اپنے ساتھ قائم دیکھے گا۔ اور اپنے اندر انکا مشاہدہ کرے گا اور پھر ان کو اپنے اندر ناجع دیکھے گا۔ کیونکہ سب چیز کا بنیاد خود میں ہے۔ اور ہر چیز اپنی اصل پر لوٹتی ہے، کہتے ہیں۔ کل شیء یرجع۔ اس وقت وہ عارف بھی ہوا اور معروف بھی اس بات پر یہ حدیث دلیل وشاہد ہے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ" یعنی جس نے خود کو پہچانا اس نے گویا اپنے رب کو پہچانا کسی نے کتنا اچھا کہا ہے۔

بیت

بیروں ز تو چون ترا سفیر نیست　　　　ازخد بطلب ہر آنچہ خواہی توئی

یعنی باہر سفر کرنے کی تجھے حاجت نہیں، جو ڈھونڈتا ہے وہ تو اپنے اندر تلاش کر۔

جب کامل معرفت کیساتھ اس عرفاں کو پہچان لے گا۔ اسی طرح جانتا دیکھتا رہیگا اسکے وجود کے علاوہ دوسرا کوئی وجود نہیں۔ وہ خود بخود موجود ہے۔ اور علم امر اور عام خلق والی سب موجودات اسکے وجود کے ساتھ موجود ہے کامل انسان کی اسکی اصل والی حقیقت سے معرفت کا عرفاں بھی یہی ہی اور بصیرت کے غلبے کی وجہ سے اس جگہ پر آنکھوں سے دیکھنے والا حکم ایک جیسا ہے صورت وحقیقت کا مظہر بھی ایک ہے جیسے شہید عشق مخدوم عبدالرحیم نے فرمایا ہے۔

بیت

روح اکھین مین آئیو اکھیوں تھیوں اندر
اکھین پیالا پیتا اندر ء باہر

یہ بھی ہوش سے ہے اور اس جگہ پر بھوسی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مقام پر ہوشیاری اور خبرداری کی جائے۔ اگر خود کو پہچان لیا تو خود اللہ کے ساتھ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو پہچانا تو خود اسکے ساتھ ہے یہاں معرفت کے شغل مکمل ہوئے اب جذبے میں سے کچھ لکھا جاتا ہے۔

جذبہ

ان شغلوں کے علاوہ دوسرا جذبے کا مقام ہے کہ بغیر کسی کسب وریاضت کے حاصل ہوتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام ہے کیونکہ عاشق کو پہلے معشوق کی کشش ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد معشوق خود عاشق ہوتا ہے۔

بیت

اگر از جانب معشوق نباشد کششے کوشش عاشق بیچارہ بجائے نہ رسد

یعنی اگر معشوق کی طرف سے کوشش نہ ہوتو بیچارے عاشق کی کوشش کسی بھی مقام پر نہیں پہنچتی۔

جب سالک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جذبے والی نعمت عطا ہو اور شامل حال ہو تو پھر سالک کی سیر جو کہ پچاس ہزار برس کے سفر جتنی ہو اسکو ایک ہی آنکھ جھپکنے میں طے کر گزرے اور یہ سفر مفاصلہ، اور آنکھ جھپکنا وہ نہیں ہے جس کو ان آنکھوں سے دیکھا اور بھانپا جاتا ہے اور اس سفر اور مفاصلی کی کوئی انتہی نہیں ہے اور اس جذبے کا مشاہدہ لا (نہ) کے نیچے لاکر "ھل من مزید" کا نعرہ لگائے گا (یعنی اس جذب والے مشاہدے سے سیر نہ ہونے کی وجہ سے "ھل من مزید" کہتا رہے گا) یہاں پر درگاہ الٰہی کا مطلوب اور بارگاہ الٰی ہی کا محبوب کہ وہ سب میلا پن وکدورت سے صاف و مصطفیٰ ہو جائے گا سیّد عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمہ اس جگہ پر فرماتے ہیں۔

بیت سندھی

سدا سائر سیر میں توء تشنگی تار
پی پیالو انج جو انج سیں انج اتھیار
پانٹوں پانٹ پیار نہ انج سین انج اجھائیان

اس جذب کی جگہ پر سالک کا وجود تنکے سا ہو کر آگ میں جل کر شکر یا نمک کی طرح پانی میں گل پگھل کر یا جل جاتا ہے۔ یہ سالک خدائی جذبے والی نعمت سے نوازے ہوئے ہیں جسے چاہیں اپنی طرف راہ دکھائے اور جسکو اپنی طرف بلایا وہ ضرور بالضرور جائے گا اور اس کو دیکھے گا پہچانے گا اور یہ دیکھنے پر موقوف ہے نہ کہ لکھنے اور بیان کرنے پر۔

اس جذبے کے مقام میں سالک خود مطلوب ومحبوب ہوتا ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ اسکا محب وطلبگار رہتا ہے اس جگہ پر یہ نقل بیان العارفین میں ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔

نقل

کہتے ہیں جام تماچی جو کہ سندھ کا حاکم تھا وہ نوری نام کی ایک عورت جو کہ قوم کی میر بحیریانی تھی اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور اس

کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا جبکہ جام حاکم تھا اس وجہ سے نوری کے رشتہ داروں نے خوشی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جام نے نوری کیلئے ایک عالیشان محل عجب رنگینیوں سے بنوایا اور اس میں طرح طرح کے سامان ڈال کر اسکو سنوارا اور نیز نوری کی تعظیم وعزت کے لئے اپنے خاندان و قبیلے کی عورتوں کو استقبال کیلئے اسکی طرف بھیجا۔ جب یہ وہاں آئیں اور دیکھا کہ نوری ریشمی اور نرم بستر ے پر بیٹھی ہے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے اشکبار ہیں جب ان عورتوں نے اسے روتے دیکھا تب وہ پوچھنے لگیں کہ یہ رونا شاید مچھلیوں کے شکار کے باعث ہے اور تیرا باپ بھی مچھلیاں مارنے کا کام، پیشہ کرتا تھا نوری نے ان عورتوں کو جواب دیا کہ یہ میرا رونا آبائی پیشے کے یاد کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ میرا یہ رونا اس لئے ہے کہ میں اگر جام پہ عاشق ہوتی تو ابھی مجھے کوئی بھی ملنے اور دیکھنے نہ آتی لیکن جب جام نے مجھ پر عاشق ہو کر مجھے اس رتبے پر پہنچایا ہے کہ تم سب میرے استقبال کیلئے آئی ہو یہ سب ری مہربانی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بھلائیوں اور نعمتوں سے ہے جس نے مجھے اس رتبہ پر پہنچایا ہے اے سالک کشش اور جذبے کا دارو مدار اللہ تعالیٰ کی نوازش اور کشش پر ہے اور یہ ان کاغذ کے اوراق پر نہ تو مکمل لکھا جا سکتا اور نہ ہی بولنے اور بیان کرنے کی میزان میں اسکو تولا جا سکتا ہے پس جو طالب ہوگا وہ خود ہی تلاش کر کے پائے گا عقلمند کیلئے اتنا اشارہ کافی ہے'' اَلعَاقِلُ تکفِیہِ الاشارۃ ''یعنی عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے۔

مختصر حالات مصنف

کتاب ھٰذا

ولادت باسعادت وبچپن

حضرت سلطان المشائخ قطب العارفین سید الزاہدین فخر العاشقین برھان الشریعت۔سلطان الطریقت غواص دریائے شہودیت دانائے اسرار ربوبیت واقف فنا و بقا مرشدنا و مولانا حضرت پیر دستگیر مستغرق بحر شہود مرشدیم حضرت خلیفہ محمود اَدامَ اللہ تعالیٰ برکاتہ علینا ۱۱۸۹ھ میں گوٹھ (قریہ گھنور) کز یو گھنور میں تولد ہوئے جو کہ ماتلی شہر سے اندازاً ۲۵ میل جنوب کی طرف واقع ہے آپکے والد بزرگوار گھنور خان رئیس یعنی سردار تھے ذات یعنی قوم کے نظامانی بلوچ تھے نظامانیوں میں سے مبارکانی شاخ سے آپکا تعلق تھا۔

''بچپن''

میں اپنے والد بزرگوار کو ایک ولی کی دعاؤں سے ملا ہوں وہ یوں کہ میرے بڑے ہمبر دار میاں زنگی کا انتقال ہوا تو والد محترم کچھ غمگین سے ہو گئے تو اس غمزدگی کو رفع فرماتے ہوئے ایک بزرگ نے میرے لئے دعا بھی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس نیک اختر بچے کا نام محمود رکھنا۔ اس بزرگوار کا نام جس نے دعا فرمائی تھی مخدوم اسماعیل کھنڈی والا تھا۔ آپ کے دوسرے برادران محترمان (۵) ہیں۔ زنگی خان، چاکر خان، گھرام خان، نالھو خان اور عمر خان جو کہ میانی کی جنگ میں شہید ہوئے۔

بڑے زنگی خان تھے دوسرے حضرت مرشد سائیں خلیفہ محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

تعلیم

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے اسکول کی تعلیم کیلئے اسکول بھیجا لیکن وہاں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ پھر دینی تعلیم کیلئے مدرسے بھیجا وہ ابتداءِ ایام تھے مجھے یہ یاد نہیں کہ اسباق شروع ہوئے تھے یا تختی پر پڑھ رہا تھا تو ایک بزرگ میرے استاد عبدالکریم لکڑی والے سے ملنے آئے اور وہ روحانی شخص تھے تو اس شخص کی روحنیت نے مجھے بہت راغب کیا یعنی مجھے ان دنوں سے روحانی اشغال کا شوق ہوا اور اسی رغبت نے مجھے یہ مقام بخشا ہے۔

آپکے دور کے بزرگان دین جن کے ساتھ آپ وابستہ رہے

(۱) حافظ نمرور رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی سلسلہ کے عظیم بزرگ تھے۔

(۲) مخدوم ابراہیم نقشبندی علیہ الرحمہ جو کہ خواجہ صفی اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔

(۳) فقیر ھالیپوتو جو کہ خواجہ محکم الدین سیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور وجد و حال میں بڑا مقام رکھتے تھے۔

(۴) میاں خیر اللہ تلھاری رحمۃ اللہ علیہ

(۵) میاں احمد تھیو نقشبندی

سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہونا اور طریقت

آپ فرماتے ہیں، اتفاقی صحبت حضرت فقیر صالح راھوکڑی سے ہوئی جو کہ میاں عثمان جونیجے کا صحبتی تھا۔ جس کو اللہ کی طلب اور شوق بڑی تھی۔ میاں عثمان جونیجو شاہ عبدالکریم کے مریدوں میں سے تھے ان کی صحبت بھی کافی وقت رہی۔ ان دنوں سلطان الاذکار سارے بدن میں سرایت کر گئی۔ اور ہمیں حضرت مرشدہ پیر سید محمد راشد رضی اللہ عنہ سے غائبانہ الفت و محبت تھی اور دیدار پر انوار کی بڑی لگتی تھی حتیٰ کہ آپ حضرت مرشد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان لکڑی میں میاں غلام محمد کی دعوت پر تشریف لائے جو کہ آپ کے کامل ترین مرید تھے۔

اس وقت ملاقات تو نہ ہو سکی لیکن ہمارا ایک دوست تھا سید فتح محمد علی پور والا وہ حضرت بابرکت کی کرامت بیان کئے جارہا تھا۔ ہم نے کہا ہم مرید ہونے نہیں آئے صرف زیارت و دعا کیلئے آئے ہیں۔ سائیں فرماتے ہیں اس وقت میں جمال شاہ اور میرا چھوٹا بھائی عمر خان اور بھتیجا محمد عمل تھے۔ اور آپ گونا گوں ہدایات میں مصروف تھے اس لئے ہمیں زیارت اور دعا کا کھلا وقت میسر نہیں ہو رہا تھا۔

بالآخر وقت مل ہی گیا اور وہ وقت فجر تھا۔ میں نے جا کر قدمبوسی کی لیکن اس وقت ایک فقیر جو خدمت گذار تھا اس نے انکار کیا اور کہا کہ اشراق کے بعد آنا ہم پھر گئے جیسے ہی حضور فیض گنجور کی صحبت میں بیٹھے تو کایا ہی پلٹ گئی وہ دن قسمت بدلنے کا دن تھا عجب سہانی گھڑی تھی روحانی کمالات کے صاحب کی دید ہو رہی تھی۔ اس وقت آپ فرماتے ہیں میری عمر (۲۴) سال تھی نئی نئی شادی ہوئی تھی لیکن دریائے معرفت

کے غواص کو دنیا زبوں کی کیا سوچ اور فکر اسباق اور اشغال شروع ہو گئے۔

کیفیت

آپ بڑے مالدار تھے لیکن رضائے الٰہی کی خاطر سب کچھ وقف کر دیا۔

تصنیفات

(۱) محبوبية المحموديه	:	تصوف کی عظیم کتاب
(۲) توفيق الطالبين	:	تصوف کی نایاب کتاب
(۳) سراج العاشقين	:	تصوف کی نایاب کتاب
(۴) گلشن اولياء	:	اولیاء اللہ کے حالات

(۱) اسماء حسنیٰ کی شرح: جو کہ حضرت پیر سائیں روشن دہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فارسی میں لکھی ہے اسکا ترجمہ جلد کتابی صورت میں چھپ رہا ہے (از مترجم)

(۱) مواہب لدنی

(۱) آنکھ مچولی

محمودیه اکیڈمی (کریو شریف)

کریوگنور شریف تعلقہ گولارچی، ضلع بدین سندھ